Geoffrey Household

WATCHER IN THE SHADOWS

تحیّر اور سسپنس کا شاہکار
تحریر : جیفری ہاؤس ہولڈ
ترجمہ و تلخیص : اعظم بیگ
دُوسری جنگِ عظیم کے پس منظر سے جنم لینے والی
ایک سحر انگیز کتاب "واچران دی شیڈو" کی تلخیص
جس کے واقعات و کردار
ایک دُوسرے سے عجب انداز میں
آنکھ مچولی کھیلتے ہیں۔
سائے کی آنکھ

۲۰ مئی ۱۹۵۵ء کی صبح کو میں سُرخ گلہری کی عادات کا دلکش مطالعہ کر رہا تھا کہ دروازے پر ڈاکیے نے دستک دی۔ میرے کمرے کی کھڑکیاں کُھلی تھیں۔ میں اپنی نشست سے اُٹھا اور باہر نکلنے سے پہلے کھڑکیاں بند کرنے لگا تاکہ اندر آنے والی ہوا سے میرے کاغذات بکھر نہ جائیں۔ ایک آدھ منٹ کی تاخیر اس لیے بھی ہو گئی کہ ایک کھڑکی کی چٹخنی پھنس گئی تھی۔ ڈاکیہ میرے نام ایک چھوٹا سا پارسل لے کر آیا تھا جو وہ مجھے ذاتی طور پر دینا چاہتا تھا۔

بالآخر جب میں اپنے کمرے سے نکل کر ڈیوڑھی کے راستے راہداری تک پہنچا تو اچانک ہی دھماکا ہوا اور دیواروں کا چوبی حاشیہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ میں بھاگ کر صدر دروازے تک گیا باہر سڑک پر ڈاکیے کا جسم دو ٹکڑے ہو چکا تھا۔ قریب ہی ڈاکخانے کی سُرخ گاڑی کھڑی تھی۔ گلی میں لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا۔ میں نے کھانے والے کمرے میں سے ایک پردہ اُتارا اور لے جا کر ڈاکیے کی لاش اُس سے ڈھانپ دی۔ لوگوں نے مجھ پر سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ مجھ سے کوئی جواب نہیں بن رہا تھا۔ خوفزدہ ہجوم نے یہ سمجھا کہ ڈاکیے کی موت محض ایک حادثہ ہے۔

جلد ہی پولیس پہنچ گئی۔ ایک تربیت یافتہ ٹیم کی طرح اُنھوں نے مردوں اور خواتین کو جائے وقوع سے ہٹایا۔ لاش کی جامہ تلاشی لی اور پارسل کا ہر ٹکڑا اچھی طرح پرکھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایمبولنس آئی اور بدقسمت ڈاکیے کی لاش لے گئی۔

میرے گھر کے صدر دروازے پر پولیس گارد تعینات کر دی گئی۔ مجھے پولیس اسٹیشن چلنے کو کہا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر پہنچ کر مجھے قدرے سکون ملا۔ وہ میری ہی عمر کا ایک سمجھدار اور شریف انسان تھا۔ اُس نے صاف کہہ دیا کہ اس دھماکے کا اصل شکار میں تھا۔

"مسٹر ڈینیم! کیا آپ اس واردات کے پس منظر میں پوشیدہ کسی مقصد کے بارے میں جانتے ہیں؟ اور کیا آپ کو اس سلسلے میں کسی پر شک ہے؟" سپرنٹنڈنٹ نے مجھ سے سوال کیا۔

"مجھے کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ کوئی مجھے قتل ہونے کا اہل سمجھتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر ڈینیم! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ واقعہ کس طرح پیش آیا؟"

میں نے اُسے تمام تفصیل بتائی اور کہا کہ ڈاکیے کی دستک پر جب دیر تک اُسے کوئی جواب نہ ملا تو اُس نے اس پارسل کو میرے لیٹر بکس میں ڈالنے کی کوشش بھی کی تھی۔ شاید یہ دھماکہ کسی تار کے ڈھیلا پڑنے یا کسی اندرونی ڈھکنے کے کُھلنے سے ہونا قرار پایا ہوگا۔ لیکن یہ پارسل لیٹر بکس میں پھنس گیا جس سے تیزاب یا کسی اور آتش گیر مادے کا سلنڈر ٹوٹ گیا ہوگا یا پھر لبلبی کا سپرنگ چھوٹ گیا ہوگا۔"

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ انٹیلی جنس کے کسی شعبے میں تھے۔" سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ اس کے پس پردہ اُس زمانے کا کوئی عمل کارفرما ہو؟"

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ مجھے مزید کچھ بتائیں گے؟" اُس نے کہا۔

میں نے خفیہ رازوں کے قانون میں پناہ لی اور کہا کہ اس معاملے میں وہ دفترِ جنگ سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ وہاں سے اُسے جو کچھ معلوم ہوگا، وہ بالکل درست ہوگا، اور اُسے بھی اپنے ہی تک محدود رکھنا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے گھر پر ڈاکیے کی ہلاکت سے اُسے میرے ماضی کے حالات کا علم ہو سکے۔

پھر ایک انوکھا واقعہ پیش آیا۔ مجھے کسی نامعلوم ادارے کی طرف سے ایک ایسا پمفلٹ موصول ہوا جس میں نازی جرمنی کے جنگی قیدیوں کے کیمپوں میں کیے جانے والے مظالم کی تصاویر چھپی ہوئی تھیں۔ ایک تصویر کے ایک کونے پر ایک چھوٹا سا نشان تھا۔ یہ یوخن والڈ کی تصویر تھی۔ اس میں فوجی افسروں کی طعام گاہ دکھائی گئی تھی۔

میں نے ویانا میں وزارتِ انصاف میں تعینات اپنے

ایک دیرینہ دوست کو خط لکھا۔ ۱۹۴۳ء سے ہماری خط کتابت نہ ہوسکی تھی مگر ہمارے تعلّقات بدستور استوار تھے۔ ہم دونوں آسٹریا کے باشندے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی مشترک تھی۔ ہٹلر اور اُس کے تمام حواریوں سے نفرت۔ اُس نے لکھا کہ بوخن والڈ کے سابقہ سٹاف کے علاوہ اور کسی سے انتقام لینے کے واقعات نہیں ہوئے۔ ایک میجر گسٹاف سپرون، جیل سے رہا ہونے کے دو روز بعد اپنے گھر کے باہر قتل ہوگیا تھا۔ قاتل نے کسی قسم کے نشانات نہیں چھوڑے تھے اور نہ کسی نے اس قتل پر کوئی خاص توجہ دی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ میجر گسٹاف بہت ہی ظالم افسر سمجھا جاتا تھا۔

ایک ماہ بعد کیپٹن والٹر ڈکس کو ایک پُرانی فیکٹری میں بند کرکے مار ڈالا گیا۔ پوسٹ مارٹم سے معلوم ہُوا کہ اُسے تین روز تک متواتر جسمانی اذیتیں دے کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ کام کسی ایسے مُجرم کا تھا جو بوخن والڈ کی جیل سے فرار ہوگیا تھا۔

تیسر انشکار ہائنز ویبر تھا۔ اُس کے خلاف اس کے سوا اور کوئی الزام نہیں تھا کہ وہ گسٹاپو کا رُکن تھا اور بوخن والڈ جیل میں ایک گارڈ کی حیثیت سے متعین تھا۔ اُسے بھرے بازار میں چھرا گھونپا گیا تھا مگر اُس کی جان بچ گئی تھی۔ اب اُس کی دن رات حفاظت کی جانے لگی تھی۔ چند ماہ بعد یہ نگرانی ختم ہوگئی۔ اُس کا قاتل بڑا ہوشیار اور ستم ظریف تھا۔ اُس نے پولیس مین کا رُوپ دھارا، ویبر کو جان کے خطرے سے خبردار کیا اور بحفاظت ایک گلی کے نکڑ پر لے گیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے ویبر کو تسلّی دی اور اپنی جیب سے مشروب نکال کر اُسے پیش کیا۔ ویبر نے بوتل مُنہ سے لگائی اور وہیں اُس کا وقت پُورا ہوگیا۔

”میرے دوست! ہمیں اسکول میں سکھایا گیا تھا کہ غیر ضروری سوال نہ کریں مگر مجھے ایک بات پر شدید تجسّس ہے۔ اگر تم کسی ممکنہ قاتل کی تلاش میں ہو تو سکاٹ لینڈ یارڈ کی مدد حاصل کرلو۔ بین الاقوامی پولیس انٹرپول کے ذریعے ان تینوں وارداتوں کی تفصیلات اُن تک پہنچ چکی ہوں گی۔“ میرے ہم وطن دوست نے خط ختم کرتے ہُوئے لکھا تھا۔

❀

پہلی جنگِ عظیم کے بعد پیدا ہونے والا افراطِ زر جب ختم ہُوا اور آسٹریا کی جمہوریہ کو استحکام میسّر آیا تو خاندانی جاگیر سے مجھے کافی حصّہ ملا تھا۔ اس سے مَیں نے اچھّی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگا۔

مَیں نے جنگلات کی سائنس میں اعلیٰ ڈگری حاصل کی تھی۔ ۱۹۳۵ء میں حکومت نے مجھے جنگلات کے ایک مطالعاتی دورے پر امریکہ بھیج دیا۔ مَیں وہیں تھا جب ہٹلر کی فوجوں نے ویانا پر قبضہ کرلیا۔ ہٹلر کے متعلق مَیں شروع ہی سے تنقیدی رویّہ رکھتا تھا۔ مَیں نے اپنی رائے کبھی اخفا میں نہ رکھی اور اکثر نازیوں کے خلاف زہر اُگلتا رہتا۔ ریاست واشنگٹن کے جنگلات میں نازیوں کے جاسُوس بھی تھے۔ سرحد کے اُس پار کینیڈا کا ایک باشندہ میرا دوست اور ہم منصب تھا۔ وہ نازیوں کے متعلق میرے خیالات سے بخوبی آگاہ تھا۔ اُس نے مجھے اتحادیوں کے لیے جاسُوسی کرنے پر آمادہ کرلیا۔ ۱۹۳۹ء میں مجھے خُفیہ طور پر لندن بھیجا گیا جہاں مَیں نے ایک برس تک تربیت حاصل کی۔ یہاں میرا افسر ایک کرنل ایان پروتھا۔

فوجی تربیت کے اختتام پر مَیں واپس امریکہ پہنچا۔ وہاں انکشاف ہُوا کہ مجھے بحرالکاہل کے اُس پار سائبیریا ریلوے کے ذریعے ویانا میں داخل ہونا ہے۔ مَیں رُوس پر ہٹلر کے حملے سے ذرا پہلے ۱۹۴۱ء کے موسمِ بہار میں ویانا پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ مجھ پر کسی کو شک بھی نہ ہوسکا۔ مَیں نے اپنی من گھڑت کہانی بڑی احتیاط سے مرتّب کی تھی۔ مَیں نے اتنا طویل اور دشوار سفر ہٹلر کی خاطر لڑنے کے لیے طے کیا تھا۔ مَیں ایک ایسا دیوالیہ امیر آدمی بن گیا جس نے اپنی راہ خود بنائی ہو۔

جس آدمی سے مجھے احکامات ملتے تھے وہ اُن دنوں وزارتِ قانون میں تعینات تھا۔ اُسے مَیں نے خط بھی لکھ دیا تھا۔ نازیوں کے نزدیک وہ قابلِ اعتماد شخص تھا۔ اُس نے مشورہ دیا کہ مَیں ایک ایسے شخص کا رُوپ دھار لُوں جسے گھنے جنگلوں

جنگی کارروائیوں کے لیے فوجی یونٹوں کو تربیت دینے پر مقرر کیا گیا ہو۔ اگرچہ رُوس میں جرمن افواج کو تقریباً تمام اہم علاقوں پر مکمل کنٹرول حاصل تھا؛ تاہم وہ خُفیہ ایجنٹوں اور مقامی مزاحمتی گروپوں سے بھی خائف تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان علاقوں میں پولیس فورس پھیلا دی جائے جو ایسے ناپسندیدہ افراد کی نگرانی کرے۔

مجھے فوری طور پر یہ ڈیوٹی سونپ دی گئی۔ یہ ایک مشکل کام تھا مگر میرے مقاصد کے لیے بے حد سازگار۔ ان سرگرمیوں سے مجھے فوجوں کی نقل و حمل کا پتہ چلتا رہتا اور اس طرح ملنے والی خفیہ اطلاعات مَیں فوراً لندن بھیج دیتا۔ پھر مجھے ایک یونٹ کی کمان دے دی گئی لیکن رُوسی جنگلات میں بھیجنے کے بجائے مجھے اٹلی کے کوہستانِ ایپی نائن میں رکھا گیا۔ یہاں بڑے درخت نایاب ہو چکے تھے۔ اٹلی میں نازی جرمنی کے مخالف دو اور افراد میری کمان میں تھے۔ یہ دونوں بھی آسٹریا کے باشندے تھے۔

اٹلی نے ہتھیار ڈال دیے تو ہمیں اپنے جوہر دکھانے کا ایک موقع ملا اور ہم نے جنگی قیدیوں کے ایک پُورے کیمپ کو آزاد کرانے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کی طوالت کے باعث ہم نے قدرے تساہل اختیار کیا؛ چنانچہ نازیوں کو شک ہو گیا۔ انہوں نے میرے دو ساتھیوں کو سزا کے طور پر قبریں کھودنے کی ذمے داری سونپ دی۔ مَیں ایک لحاظ سے پولیس افسر تھا، اس لیے مجھے گسٹاپو میں تعینات کر دیا گیا اور بعد میں بوخن والڈ کے قیدی کیمپ میں بھیج دیا گیا۔ اس کا مقصد صرف میرے خاندانی نام کو بدنام کرنا تھا کیونکہ ہٹلر گسٹاپو کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے جیل کے ریکارڈ کا انچارج بنا یا گیا۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہُوا کہ اس طرح مَیں اُن کے تقریباً تمام احکامات اور کارروائیوں کی رپورٹوں کا مطالعہ کر سکتا تھا۔

جنگِ عظیم ختم ہوئی تو بوخن والڈ کے محافظ گرفتار کر لیے گئے۔ مَیں وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے دوست ایان پرو نے میرے لیے برطانوی پاسپورٹ حاصل کر لیا تھا کیونکہ برطانیہ میں ڈینہم نامی ایک مشہور کمپنی کی شاخ موجود تھی۔

اور آج نو برس کے بعد میں اُس سے مل رہا تھا۔

"میرے یار چارلس! تم تو ذرا بھی نہیں بدلے۔" اُس نے مجھے دیکھتے ہی خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

اگلے ہی لمحے ہم دونوں مشروب پی رہے تھے اور مَیں اُسے اپنی کہانی سُنا رہا تھا۔

"تو! اب یہ ظاہر ہے کہ ایسا کوئی شخص جو بوخن والڈ میں قیدی رہا ہو، اُس نے انتقام لینے کے لیے یہ تمام عرصہ انتظار کیا ہو اور مَیں اُس کا آئندہ شکار ہُوں۔" مَیں نے اپنی سرگزشت ختم

دلچسپ حقائق

۱۔ قدیم مصری باشندے گینڈے کی چربی پھپھوندی والی باسی روٹی میں ملا کر بطور دوا استعمال کرتے تھے جس سے اُنہیں سو فیصد فائدہ ہوتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ پنسلین کی ابتدائی شکل تھی جیسا کہ ان دنوں وہ پھپھوندی ہی سے حاصل کی جاتی ہے۔

۲۔ قدیم چینی جب تک تندرست رہتے اپنے ڈاکٹر کو بل ادا کرتے مگر جُونہی بیمار پڑتے، ادائیگی بند کر دی جاتی۔

۳۔ کبھی مشرقِ بعید میں کالی کھانسی کا علاج مریض کے مُنہ میں زندہ مینڈک رکھ کر کیا جاتا تھا۔

۴۔ پیٹ کے کیڑے آنتوں میں بعض مرتبہ تیس فٹ بتیس فٹ لمبائی کو پہنچ جاتے ہیں۔

۵۔ خون کی عروقِ شعریہ بال سے پچاس گنا پتلی ہوتی ہیں۔

کرتے ہُوئے کہا۔

"مگر تم کیسے ہو سکتے ہو؟ تم وہاں جیلر نہیں تھے۔ تم کسی کو بھی ایذا یا سزائے موت دینے میں ملوّث نہیں تھے۔" اُس نے کہا۔ اور پھر کچھ توقّف کے بعد بولا۔ "ممکن ہے کوئی سابق نازی سپاہی جو تازہ تازہ رہا ہُوا ہو، ہٹلر کے خلاف جاسوسی کے الزام میں تم سے بدلہ لینا چاہتا ہو۔"

"مَیں نے تو ہر بات خُفیہ رکھی تھی۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ جنگ کے اختتام پر سابق دشمن ایک دوسرے سے بدلہ نہیں لیا کرتے۔ یہ اُن کے اُس کردار کے بالکل منافی ہے کیونکہ وہ تو پہلے ہی بے حد تھک چکے ہوتے ہیں۔"

ایان نے کہا: "اچھا ہم سیدھے سکاٹ لینڈ یارڈ کے پاس چلتے ہیں۔ وہاں کوئی تو واقف مل ہی جائے گا۔ اُن سے کہہ کر تمہارے لیے حفاظتی گارڈ کا بندوبست ہو سکتا ہے۔"

"ہائنزویسبر پر بھی تو حفاظتی گارڈ متعیّن تھی۔" مَیں نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اُسے چھوڑو، مگر تمہاری حفاظت ضرور ہو گی۔"

مَیں نے اُسے باور کرایا کہ کسی بھی پرائیویٹ شہری کی احسن طریق پر ہمیشہ کے لیے حفاظت نہیں کی جا سکتی۔

ایان کچھ سوچتے ہُوئے بولا: "اگر تمہاری یہ سرگزشت شائع کرا دی جائے تو۔۔۔۔؟"

"ایان! مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنا پسند نہیں جو یہ جانتا ہو کہ مَیں گستاپو کا کپتان تھا۔ یہ سچ ہے کہ مَیں نے فرار کے منصُوبے بنائے تھے۔ اُن میں سب سے نمایاں فرار کیتھرین ڈیسیز اور ادلگا کرنل کا ایونز بروک سے اُس وقت بھاگ نکلنا تھا جب اُنہیں گیس چیمبر میں بند کر کے سزائے موت دی جانے والی تھی۔"

ایان نے کہا: "مَیں نے تمہیں اُسی وقت کہا تھا کہ تم نے جارج کراس کا انعامی تمغہ ٹُھکرا کر بہت بڑی غلطی کا ثبوت دیا ہے۔"

"کوئی انسان کسی اعزاز کو بدنام نہیں کرتا۔ مَیں نے اُس وقت جو کیا وہ ایک دانشمندانہ فعل تھا۔" مَیں نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ "اور ایان! مَیں تم سے جو چاہتا ہُوں وہ یہ ہے کہ تم اب خُفیہ ایجنٹ بن جاؤ جیسا کہ مَیں اتنے برس تمہارے لیے کام کرتا رہا ہُوں۔ اس کے علاوہ رہنے کو ایک گھر چاہیے۔ اس میں ملوّث کرنے کی گستاخی پر معذرت خواہ ہُوں۔"

"اُس نے قدرے سنجیدگی سے جواب دیا: "میرا ایک پڑوسی ہے۔ اُس کی اراضی پر تم جا سکتے ہو۔ مَیں اُس سے بات کر لُوں گا۔ گو یہ شہر سے بہت دُور ہے مگر بہتر جگہ ہے۔ لیکن تم اُس قاتل کو اپنا پیچھا کرنے پر کیسے مجبُور کرو گے؟"

"یہ تو بہت ہی آسان ہے۔ جُونہی وہ میرے گھر کو بند پائے گا، درجن بھر افراد سے میرا پتہ پُوچھنے پر مجبُور ہو گا۔" مَیں نے کہا۔

"لیکن اس سے تو وہ بوکھلا جائے گا۔" ایان نے اعتراض کیا۔ "تمہارا پتہ اُسے آسانی سے نہیں ملنا چاہیے۔ اگر شیر کو شکار کرنے کے لیے بھیڑ باندھنی پڑے تو شیر کو یہ احساس دلانا ضروری ہے کہ بھیڑ کو اُس نے خُود تلاش کیا ہے۔"

"اُسے یہ فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی کہ مَیں اپنے روزمرّہ کے معمول پر واپس آ گیا ہُوں اور مجھے پولیس کی حفاظت بھی میسّر نہیں۔" مَیں نے کہا۔

"تو پھر کیا ہونا چاہیے؟" ایان نے پُوچھا۔

"مجھے ایک بندوق درکار ہے۔" مَیں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ میرے بس کی بات نہیں کیونکہ پولیس کا محکمہ لائسنس جاری کرنے سے پہلے ضروری تفصیلات جاننا چاہتا ہے۔" ایان نے معذرت کر دی۔

اس پر گفتگو ختم ہو گئی۔ مَیں نے ایان سے اجازت لی اور چلا آیا۔

❦

مَیں نے ایک حوصلہ مند ذہن سے اُس مکان کے بیڈ رُوم کی کھڑکی سے دیکھا جو ایان نے میرے لیے منتخب کی تھی۔ یہ جگہ بکنگھم شائر میں سرن شولٹ کے کلیسائی حلقے میں

گاؤں سے ایک میل کے فاصلے پر تھی۔ شمال اور مشرق میں دُور جنوبی مڈلینڈ کے دُھند آمیز میدان تھے۔ جہاں تک نظر جاتی چیڑ اور شاہ بلوط کے درخت اُگے ہُوئے تھے۔ بعض مقامات پر درختوں اور جھاڑیوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے گھروندے بنے ہُوئے تھے جن میں لومڑ اور گیدڑ بسیرا کرتے۔

مَیں جس کاٹیج میں ٹھہرا ہُوا تھا، اُس کا نام وارن تھا۔ یہاں بجلی، ٹیلیفون اور پانی کی سہولتیں میسّر تھیں۔ پانی ایک قریبی چشمے کے ذریعے لایا گیا تھا۔ چشمے کے نواح میں بید کی جھاڑیاں تھیں۔

مکان کے سامنے آدھ ایکڑ میں پھیلا ہُوا ایک باغ تھا اور اُس سے آگے لانگ ڈاؤن کا نہایت وسیع چٹیل میدان جو دورانِ جنگ ہوائی اڈّے کے طور پر استعمال ہُوا تھا۔ شکستہ رن وے، ہوائی حملے سے بچاؤ کی پناہ گاہیں اور ہینگر ابھی تک موجود تھے۔ وہاں بھیڑوں اور مویشیوں کے ریوڑ چرتے رہتے۔

پہلے چند روز تو اِردگرد کے علاقے کا مکمل معاینہ کرنے میں صرف ہُوئے۔ ایان اور مَیں نے کلیڈن بردک کے نزدیک بکنگھم جانے والی سڑک کا پُل اپنی ملاقاتوں کے لیے منتخب کیا۔ اُس نے مشورہ دیا کہ وہ روزانہ شام کے چار بجے اپنی کار میں یہاں سے گزرا کرے گا۔ اُس نے کہا کہ ندّی میں بید کے ٹھنٹھوں پر عام طور پر پڑا رہنے والا گھاس پھونس اگر برقرار ہُوا تو وہ سمجھے گا کہ سب ٹھیک ہے اور اگر یہ گھاس پھونس یہاں سے ہٹا ہُوا ملا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تم قریب ہی کہیں موجود ہو۔

اُس روز بُدھ تھا۔ سہ پہر کے وقت میں ہائی آف مٹن' میں بیٹھا ہُوا پُرلطف مشروب سے لُطف اُٹھا رہا تھا۔ ریستوران کے مالک نے بتایا کہ یہ مشروب کرنل ایان کے کارخانے کا تیّار کردہ ہے۔

"کیا تم نے جنگ میں کرنل کے ماتحت بھی کام کیا تھا؟" مَیں نے پُوچھا۔

"مَیں اُن کے پاس مَیس سارجنٹ تھا۔ ایک مرتبہ اُن کے لیے مشروب لے کر گیا تو وہ ایک اور افسر سے محوِ گفتگو تھے۔ میری موجودگی میں بھی دونوں گفتگو کرتے رہے۔ خدانخواستہ اگر مَیں کوئی سوال پُوچھ بیٹھتا تو وہ مجھے کچا ہی چبا ڈالتے۔ یہی بات مَیں نے آئزک پروس کو بھی بتائی تھی۔"

"وہ کون ہے؟" مَیں نے پُوچھا۔

"ڈسٹرکٹ کونسل کا ملازم ہے۔ گزشتہ روز ایک اجنبی اُس کے پاس آیا تھا جو اُس سے ہش روڈ کا پتہ پُوچھ رہا تھا۔" اُس نے معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہُوئے کہا: "کیا یہ بات تمہارے مطلب کی ہے؟"

مَیں نے اثبات میں سر ہلایا اور پُوچھا کہ وہ کس طرح کا آدمی ہے۔

"دراز قد، گندمی رنگ اور شیو کیے ہُوئے۔" اُس نے جواب دیا۔

"کیا وہ غیر ملکی تھا؟" مَیں نے پُوچھا۔

"نہیں۔ آئزک پروس نے کہا تھا کہ وہ ایک بھلا مانس شخص ہے۔"

واپسی پر مَیں نے ہش روڈ کے بجائے کھیتوں کی راہ اختیار کی اور بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے گھر کے پچھلے دروازے سے اندر داخل ہُوا۔ ڈھلتے سُورج کی سُنہری کرنیں باورچی خانے کی کھڑکی میں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھیں۔ فرش پر ایک باریک ڈوری اور چُرمُر بھُورا کاغذ پڑے تھے۔ نرگسی کوفتے جو مَیں بنا کر کھانے والی میز پر رکھ گیا تھا، کُتے کے پیٹ میں جا چکے تھے۔ جو آرام سے قریب ہی لیٹا ہُوا تھا۔ مَیں نے اُسے اُٹھانے کے لیے بلند آواز سے پُکارنا ہی چاہا تھا کہ مجھے احساس ہُوا یہ غیر فطری انداز میں لیٹا ہُوا ہے۔ مجھے شک گزرا کہ آگے میری موت مُنتظر ہے؛ چنانچہ فوراً ہی مَیں اُلٹے قدموں پلٹ گیا۔

مَیں بائیں باغ میں بید کی جھاڑیوں کے اندر چھُپ گیا۔ احاطے کی باڑ قریب ہی تھی۔ باغ کی تین اطراف میں ایک گہری کھائی تھی۔ مَیں اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہُوا سامنے گیٹ تک آیا اور پھر اسی طرح لَوٹ گیا۔ راستے کی ساری جھاڑیاں چھان ماریں مگر وہاں کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔ مَیں ایک بار پھر کچن میں آیا، وہاں سے ترکاری کاٹنے والا بڑا چاقو اُٹھایا اور ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ایک چھوٹا سا کمبل اپنے بائیں ہاتھ کے گرد لپیٹ لیا۔ مَیں نے اپنی تمام تر مہارت بروئے کار لاتے ہُوئے گھر کی بالائی منزل کے سارے کمروں کی تلاشی لی۔ اپنی پُشت کی حفاظت کرتے ہُوئے مَیں تیزی سے ایک کمرے کا دروازہ کھولتا اور کمبل والا ہاتھ آگے رکھتے ہُوئے اندر داخل ہو جاتا مگر اندر کوئی بھی نہ ہوتا۔ اس طرح مَیں نے گھر کے تمام کمرے دیکھ ڈالے۔

خستہ حال اعتبار یہ بائیں لور کار یوالور ملنے کے بعد مَیں ڈرائنگ رُوم میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے پہلے سے میری واپسی اور تاریخ آف مَٹن جانے کا مشاہدہ کیا۔ یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ اس گھر کو اور کوئی نہیں دیکھ رہا، وہ اندر داخل ہُوا تھا اور اُس نے نرگسی کوفتوں میں زہر ملا دیا تھا۔ کُتا ابھی زندہ تھا۔ مَیں نے حریف کی پُراسرار حرکات کا کھوج لگانے کے لیے پُورے گھر کا بغور جائزہ لیا اور پُرانی عادت کے مطابق کسی خاص جگہ چھپایا گیا مائیکروفون ڈھونڈنے لگا۔ مَیں جانتا تھا کہ یہاں اس کی ضرورت نہیں؛ تاہم اس طرف سے اطمینان کر لینا ضروری تھا۔ اور اسی تلاش میں یہ معلوم ہُوا کہ میرے ٹیلیفون کی تاریں کاٹ دی گئی ہیں۔

ٹیلیفون کٹ جانا اور کُتے کا اُکھڑی اُکھڑی سانسیں لینا اس بات کا اشارہ تھے کہ وہ یہیں کہیں چھپا ہُوا انتظار کر رہا ہے۔ اُس کی نیت یہ لگتی تھی کہ اگر کوئی اور وہاں نہ آیا اور اُس کے لیے راستہ صاف ہُوا تو وہ مجھے چھُرا گھونپ دے گا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ چھُپ کر پچھلے دروازے سے کھسک جاؤں اور معمول کے مطابق صدر دروازے سے اندر آؤں تاکہ اُسے معلوم ہو جائے کہ مَیں رات بسر کرنے کے لیے گھر آ گیا ہُوں۔

میں نے اپنا پستول جیب میں رکھا، دُوربین گلے میں لٹکائی اور لمبی لمبی گھاس کے کھیت میں گھُس گیا۔ مغرب کی طرف شاہ بلُوط کا ایک بڑا درخت تھا۔ میں اُس کے اُوپر چڑھ گیا اور تقریباً تیس فٹ کی بلندی پر پہنچ کر شاخوں میں چھُپ کر بیٹھ رہا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی، گھاس ہی گھاس دکھائی دیتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نیچے اُتر آیا اور گاؤں کے اُس پار ہرن شولٹ کی طرف چل دیا۔ ہرن شولٹ کے پائیں باغ میں پہنچ کر میں کھُلی سڑک پر آ گیا اور بے پروائی سے گھر کی طرف چلنے لگا۔ شام کا دھُندلکا چھا رہا تھا۔ ابھی مجھے تقریباً نصف میل کا سفر کرنا تھا۔

اچانک مجھے خیال آیا اگر اُس نے یہ سوچتے ہُوئے کہ میں کہیں بچ نہ نکلوں، آہستگی سے دوبارہ باورچی خانے میں پہنچ کر کُتّے کو اندر بے ہوش پڑے دیکھ لیا، تو اس صُورت میں وہ بڑھتی ہُوئی تاریکی میں سڑک کے کنارے کسی جھاڑی کے پیچھے چھُپ کر میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ اور جُونہی میں اُس کے قریب سے گزروں گا، وہ مجھ پر حملہ آور ہو گا۔

بالآخر میں گھر پہنچ گیا۔ میں نے دروازہ کھولا، پستول میرے ہاتھ میں تھا اور مجھے یقین تھا کہ اگر وہ میرا انتظار کر رہا ہے تو اب مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ روشنی جلائے بغیر میں نے تمام کمروں کی تلاشی لی اور باورچی خانے میں آ گیا۔

اور حیرت انگیز طور پر کُتّا وہاں سے غائب تھا۔

اگلی صبح ناشتے کے بعد میں نے خُود ہی گھر کی صفائی کی۔ نو بجے کے لگ بھگ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ باورچی خانے کی دیوار کی اوٹ میں ہو کر میں نے ایک لمبی چھڑی سے ٹیلیفون کا ریسیور نیچے گرا دیا۔ کوئی دھماکا نہ ہُوا۔ ریسیور اُٹھا کر کان سے لگایا تو اُدھر سے خالہ جارجینا کی آواز سُنائی دی۔ وہ گلہ کر رہی تھی کہ میں نے اُسے اپنے اس جگہ پہنچنے کا بتایا کیوں نہیں۔ اور مجھے حیرت تھی کہ اُسے میری یہاں موجودگی کا علم کیسے ہُوا۔ وہ دیر تک ایڈمرل کنوبل اور اُس کے خوبصورت گھوڑے کا ذکر کرتی رہی۔

۱۔ ریشمی کپڑے دھونے کے لیے ایسا کوئی صابن یا پاؤڈر استعمال مت کیجیے جس میں انزائم شامل ہوں ورنہ کپڑا صابن کے پانی میں حل ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پروٹین، انزائم میں حل ہو جاتے ہیں اور ریشم پروٹین ہے۔

۲۔ اگر شہد کی مکھی ڈنک مار دے تو اس کا شافی علاج یہ ہے کہ اُس جگہ پر گیلا نمک لگا دیجیے۔ زہر کا اثر فوراً زائل ہو جائے گا۔ نمک تیس منٹ تک لگا رہنے دیں۔ نم آلود تمباکو، گیلا خوردنی سوڈا یا گیلی اسپرین بھی مکھی کے ڈنک کا اثر زائل کر دیتے ہیں۔

ڈاکیے کی ہلاکت کے دو روز بعد ایڈمرل کنوبل ہمارے ہاں آیا تھا۔ اُس نے بڑے شاہانہ انداز میں اپنا تعارف کرایا اور اس پُراسرار سانحے پر افسوس کا اظہار کیا۔ خالہ اس وقت گھر موجود نہیں تھی۔ وہ گھڑ سواری کے اسکول گئی ہُوئی تھی جہاں وہ انسٹرکٹر تھی۔ میں نے ایڈمرل کو ڈرائنگ رُوم میں بٹھایا اور مشروب پیش کیا۔ وہ میری خالہ کے بارے میں واقعی فکرمند تھا۔ غالباً بم کے واقعے نے اُسے چونکا دیا تھا۔

"دراصل ہم آج سے پہلے بھی مل چکے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"مجھے سوچنا پڑے گا مگر..."

"نہیں، تمہیں سوچنے کی ضرورت نہیں۔" اُس نے بات کاٹتے ہُوئے کہا۔ "یہ ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ میں وہاں نائب بحری اتاشی تھا جب تمہارے والدین سے پہلی بار ملا۔ تم اُس وقت صرف دو ہفتوں کے تھے۔ پھر اکثر ملاقاتیں ہونے لگیں۔ تمہاری خالہ جارجینا سے میری شادی ہونا قرار پائی تھی لیکن پھر وہ اپنے چچازاد بھائی ڈینہم کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ یُوں روابط کا سلسلہ آگے نہ بڑھا۔"

ایڈمرل نے مزید بتایا کہ وہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہے اور چاہتا ہے کہ خالہ اُس کے گھر میں اُس کی مہمان بن کر رہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ اُس نے گھوڑے پالنے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔

شام کے وقت میں نے خالہ کو بتایا کہ ایڈمرل کنولی آیا تھا تو خالہ کی آنکھوں میں نسوانیت کی شرمیلی جھلک اُبھرتی دکھائی دی۔ اُس نے ایڈمرل کو چائے پر مدعو کیا۔ وہ مقررہ وقت پر چلا آیا۔ اُس نے باتوں باتوں میں ایک عربی گھوڑے کی اتنی تعریف کی خالہ کو اُس کے دیدار کا شوق پیدا ہو گیا۔ اُس خوبصورت گھوڑے کا نام نُور جہاں تھا۔

چند روز بعد خالہ نے ایڈمرل کے گھر سے مجھے فون کیا اور کہا کہ میں ہر ہفتے اُسے ملنے آیا کروں۔ میں نے وعدہ کر لیا۔

اور بکنگھم شائر میں ایک دوپہر میں بیڈ رُوم میں پردوں کے پیچھے کھڑے ہو کر دُور بین سے اِردگرد کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک خرگوش دکھائی دیا جو تقریباً دو سو گز پرے پُھدک رہا تھا۔

خرگوش اپنے سامنے کی چیز آخر وقت میں دیکھتا ہے مگر پیچھے کی چیز اُسے آسانی سے نظر آ جاتی ہے۔ گھاس کھاتے ہُوئے جب وہ خرگوش ایک مخصوص انداز سے اُچھلا تو مجھے علم ہو گیا کہ اُسے ڈرایا گیا ہے۔ دُور بین میں گھاس کے پیچھے ایک سیاہ دھاگہ تنا دکھائی دیا۔ اس جگہ ہوائی حملے سے بچاؤ کی ایک پناہ گاہ بھی تھی۔ اُس کے اندر چھپا ہُوا کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہاں مزید حرکت ہُوئی۔ یہ کسی کا سر تھا۔ میں اپنے مطالعے کے کاغذات اور دُور بین سمیٹ کر سامنے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ میں نے مکان کا چکر لگایا اور پتھری باڑ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ میں ایک ایسی گلی میں جانا چاہتا تھا جو تقریباً دو فرلانگ تک سیدھی چلی جائے تاکہ معلوم ہو کیا واقعی کوئی میرا پیچھا کر رہا ہے۔ جب میں ایک ایسی ہی گلی کے آخر میں پہنچا تو میرے پیچھے دو آدمی چلے آ رہے تھے۔ ان کے علاوہ ایک خاتون سائیکل پر سوار آ رہی تھی۔ ایک آدمی اُٹھی [illegible] اُٹھاتا اور ورق [illegible] رہا تھا۔ میں سمجھ گیا یہی اصل آدمی ہے۔ اُس گلی سے ہوتا ہُوا میں آئیلز بری روڈ پر آ نکلا اور پھر دائیں طرف مُڑ گیا۔

سٹاک پہنچ کر میں گرجا گھر کے باہر ٹھہرا اور اس کی بلند عمارت دیکھنے لگا جو برطانوی طرزِ تعمیر کا حسین شاہکار تھی۔ میں نے دائیں بائیں نگاہ ڈالی اور گرجے کے اندر داخل ہو گیا۔ کوئی بھی تو میرے پیچھے نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گرجا گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا وہی شخص گلی کے دُوسری طرف ڈاکخانے کے پاس کتابوں کی دُکان پر کھڑا ورق گردانی کر رہا ہے۔ میں جُونہی اُس کی طرف بڑھا، وہ اُس سڑک پر چل نکلا جس کی مجھے توقع تھی۔ یہ سڑک سنسان تھی اور اس کے دونوں طرف قدآور جھاڑیاں اُگی ہُوئی تھیں۔ یہاں کسی کو قتل کر کے غائب ہو جانا قدرے آسان تھا۔

میں ایک عوامی بیت الخلا کے صحن میں سے گزر کر اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور ایک قریبی مکان کے باورچی خانے سے ہوتا ہُوا کھیتوں میں نکل آیا۔ میں نے لانگ ڈاؤن میں ایک بہت اچھی جگہ تلاش کر لی اور اوٹ میں بیٹھ رہا۔ اُس نے وہاں تک آنے میں کچھ دیر کر دی۔ پھر جو شخص میرے نزدیک سے گزرا وہ میرے تصوّرات سے کہیں مختلف تھا۔ وہ اگر چاہتا تو میرے گھر کے سامنے کمرہ کرائے پر لے کر رہ سکتا تھا اور میں اُسے کبھی پہچان ہی نہ پاتا۔۔۔ ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دُوسرے میں چھتری تھامے خوش پوش آدمی اعلیٰ افسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ میری حفاظت پر مامور پولیس کے کسی بھی دستے کے بیچ میں سے اپنے سر کو ہلکی سی جنبش دے کر گزر سکتا تھا۔ اُس نے بھُورے ٹویڈ کا بہترین سُوٹ اور ہلکے بھُورے رنگ کی ٹوپی زیب تن کر رکھی تھی۔

اب ہم کھلی جگہ نکل آئے تھے جہاں وہ اپنی دُوربین سے میری تمام حرکات دیکھ سکتا تھا۔ میں احتیاط سے چلتے ہُوئے لُومڑی کے بھٹ تک آ پہنچا۔ یہ ایک خاص قسم کا بھٹ تھا جو سرسبز کانٹے دار جھاڑیوں کے نیچے بیس گز تک پھیلا ہُوا

تھا۔ گھنی جھاڑیوں کے نیچے دُوسری طرف بید کا ایک سُوکھا
درخت تھا۔ مَیں نے جھاڑیوں کی چند شاخیں کاٹیں تاکہ بیٹھنے
کے لیے جگہ بنائی جائے۔ ابھی یہ کام کر ہی رہا تھا کہ اُوپر کی
طرف جہاں گھاس گھنی تھی بہت سے پرندے اُڑے۔ اب جو
دیکھا تو وہ کہیں نظر نہ آیا۔ مَیں نے سوچا جہاں سڑک ندّی کو
کاٹتی ہے، وہاں وہ ضرور میرا انتظار کر رہا ہوگا کیونکہ یہ جگہ
کسی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لیے نہایت موزوں تھی۔

اب مَیں ندی کے بہاؤ کی طرف چل دیا تاکہ وہ آزادی
سے میری حرکات کا مشاہدہ کر سکے۔ پھر اُس کی نظروں سے
اوجھل ہوتے ہی مَیں دَوڑ پڑا کیونکہ مجھے ایان سے مُقرّرہ
جگہ ملنا تھا اور میرے پاس فقط آدھ گھنٹہ رہ گیا تھا اور فاصلہ
کچھ زیادہ ہی تھا۔ آج اُس کی مدد بہت ضروری تھی۔

مَیں عین وقت پر مقرّرہ پُل تک پہنچ گیا۔ وہاں آرٹک
پروس اطمینان سے بیٹھا سڑک کے کنارے اُگے خاردار
پتّوں والے پودے کاٹ رہا تھا۔ مَیں نے قریب جا کر اُسے
مخاطب کیا تو اُس نے کاغذ کا ایک پُرزہ مجھے تھما دیا جو ایان پروس
نے اُسے دیا تھا۔ اُس پر لکھا تھا: "مَیں ساڑھے چار بجے
پہنچ سکوں گا۔ اُس اجنبی کے بارے میں ایک اور رپورٹ
ملی ہے، مَیں اُس کا جائزہ لے رہا ہُوں۔"

عین ساڑھے چار بجے ایان پروا اپنی گاڑی لے کر آ گیا۔
اُس میں بیٹھ کر ہم بکنگھم کی طرف چل دیے۔ وہ کچھ بُجھا بُجھا سا
دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُسے جم ملٹن کی
تلاش تھی اور وہ نہیں مل رہا تھا۔ مَیں سمجھ گیا کہ وہ ملٹن کو
خُفیہ طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے۔ مَیں نے گذشتہ رات
سے لے کر اب تک کی ساری رُوداد اُسے کہہ سُنائی۔

"لیکن تمہیں چاہیے تھا اُسے وہیں پکڑ لیتے۔" اُس
نے کہا۔

"مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہُوں کہ گولی چلانے میں پہل نہیں
کروں گا۔ پھر اس بے ضرر آوارہ گرد نے ابھی تک میرے
خلاف کوئی جارحانہ کارروائی بھی تو نہیں کی۔ اگر مَیں اُسے
بلا جواز قتل کر دیتا تو مجھے اپنی صفائی دینے میں خاصی مشکل
پیش آتی۔"

ایان نے پولیس کی مدد حاصل کرنے کا مشورہ دیتے
ہُوئے کہا: "مَیں ابھی پولیس کے چیف کانسٹیبل کو فون کرتا
ہُوں۔ وہ میرا بہت اچھّا دوست ہے۔"

مَیں نے قدرے توقّف سے یہ مشورہ قبول کر لیا، چنانچہ
چیف کانسٹیبل سے گفتگو کے بعد اُس نے بتایا کہ لانگ ڈاؤن
سے نکلنے والی سڑکوں پر رات ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک
ٹریفک پولیس کے دو کانسٹیبل گشت کریں گے اور سڑک پر
کھڑی ہر گاڑی پر نگاہ رکھیں گے۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ اُس
نے ہرن شولٹ کے نزدیک سناک روڈ پر پروس کا پہرہ لگا
دیا ہے۔

شام کا وقت تھا۔ تیز ہوا چلی اور بُوندا باندی شروع
ہوگئی مگر زیادہ بارش نہ ہُوئی۔ ساڑھے چھ بجے کے لگ بھگ
مَیں گھر سے نکلا اور شمال کی جانب پگڈنڈی پر چل دیا۔ ایان اپنی
پوزیشن پر پہلے ہی موجود تھا جہاں سے وہ بہتر طور پر نشانہ لگا
سکتا تھا۔ جھاڑیوں والے میدان میں ایک جگہ مجھے بہت بڑا
بھٹ دکھائی دیا۔ مَیں نے جھاڑی کی ایک شاخ اس طرح
موڑ کر باندھ دی کہ اُس کے پتّے بھٹ کے دہانے پر اکٹھے
ہوگئے۔ پھر مَیں نے لُومڑیوں کے اس قلعہ نُما بھٹ کا آخر تک
چکّر لگایا اور شاید یہ دشمن کی نظروں کے عین سامنے ہُوا۔

مَیں کچھ دُور ایک درخت پر چڑھ کر خاموشی سے بیٹھ
گیا۔ سُورج غروب ہُوا اور ہر سُو دُھندلکا چھانے لگا۔ لمبی لمبی
گھاس میں چھپے ہُوئے تیتروں نے اپنی اپنی بولیاں بولنی
شروع کر دیں۔ ایک اُلّو کہیں سے اُڑتا ہُوا میرے سامنے
والی شاخ پر آن بیٹھا۔ اُس نے اپنے پنجوں میں شاید
ایک چُوہا پکڑ رکھا تھا۔

بوریت دُور کرنے اور اپنے آپ کو مصروف رکھنے
کے لیے مَیں نے اپنی توجّہ لُومڑیوں کی طرف کر لی۔ ایک لُومڑ
جو شاید ندّی میں اُتر گیا تھا ایک گاٹے کے نزدیک پہنچا

تو وہ پھنکار کر ایک طرف ہو گئی۔ میرے ذہن میں انجانا خوف اُبھرا مگر جلد ہی ماحول پر خاموشی طاری ہو گئی۔ مَیں نے ایان کے پوزیشن بدلنے کی آواز سُنی۔ نیند مجھ پر بھی غلبہ پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مَیں نے پہلو بدلا کیونکہ درخت کی شاخ پر ایک ہی انداز میں بیٹھے بیٹھے ٹانگوں میں ناقابلِ برداشت درد اُٹھنے لگا تھا۔ مَیں نے ٹانگیں اُوپر اُٹھائیں اور گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھ کر قدرے آرام سے بیٹھ گیا۔

میری اس حرکت نے مجھے بچا لیا۔ مَیں نے ترچھی نظروں سے اُس بھٹ کی طرف دیکھا۔ مجھے اس کے ایک جانب کچھ حرکت دکھائی دی۔ ایک سایہ سا تھا جس نے زمین سے اپنے آپ کو علیحدہ کیا اور درخت کی جانب دوڑا۔ شاید اُس وقت گولی چلانے کا بہترین وقت تھا مگر مجھے اس کا مطلق خیال نہیں رہا۔ مَیں جست لگا کر نیچے لمبی لمبی گھاس میں آن گرا جس نے مجھے چھپا لیا۔ ایان چلّایا اور 'سُرنگ' سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ دُھندلا سایہ جو درخت کے نیچے پہنچ چکا تھا، اُس نے چھلانگ لگائی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

جب ہم کیچڑ میں اُس کے قدموں کے نشان تلاش کر رہے تھے تو ہمیں ایک جلی ہُوئی جھاڑی دکھائی دی۔ صاف ظاہر تھا کہ اُس نے جیب میں سے کوئی کاغذ نکال کر جھاڑیوں کو آگ لگانے کی کوشش کی تھی مگر وہ اتنی جلدی آگ نہ پکڑ سکیں۔ اگر اُس کے پاس اخبار یا کوئی اور بڑا کاغذ ہوتا تو شاید وہ کامیاب ہو جاتا کیونکہ ہوا بھی قدرے موافق تھی۔ سُوکھی جھاڑیاں اور بھٹ میں جمع شدہ سُوکھے پتّے ایک ہی شعلے سے بھڑک اُٹھتے اور ایان کو اس قلعہ نما بھٹ سے نکلنے کا موقع نہ مل سکتا۔ اس قسم کی ظالمانہ اور دہشت انگیز حرکت نے ہم دونوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ایان کا خیال تھا کہ اب وہ کچھ دیر کے لیے خاموشی اختیار کرے گا۔

❦

اُس روز جمعہ تھا اور مَیں دیر تک سویا رہا۔ ایان گوشت وغیرہ خریدنے گیا ہُوا تھا۔ تقریباً دس بجے کے قریب مَیں ہاؤس آف مٹن گیا۔ وہاں فیرن نے مجھے پُراسرار انداز میں بتایا کہ یہاں ایک آدمی تمہارا انتظار کر رہا تھا اور وہ ابھی ابھی یہاں سے نکلا ہے۔ فیرن خُود ہی اُس کی تلاش میں گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد لَوٹا۔ اُس کے ساتھ ایک ٹھگنا سا آدمی تھا جو ایک کاشت کار لگتا تھا لیکن اُس کے تیکھے نقوش اور صاف سُتھرا لباس یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ کوئی معمولی شخص نہیں۔

فیرن نے اُس کا تعارف کراتے ہُوئے کہا: "ان کا نام جم ملٹن ہے اور جم! یہ پروفیسر چارلس ڈنہیم ہیں۔"

مَیں نے جم سے یہ کہنے کی جسارت کر ہی لی کہ کرنل ایان پرو اُسے تلاش کر رہا تھا۔ اُس نے میری بات نظر انداز کرتے ہُوئے پُوچھا: "کیا آپ نے فریڈ گاربل کے متعلق سُن رکھا ہے؟"

"نہیں۔" مَیں نے جواب دیا۔

"فریڈ اپنے ذخیرے ہی میں رہتا ہے۔ منگل کی رات مَیں اُسے خام لوہے کے بارے میں بتانے گیا تو اُس کے اصطبل میں ایک نیا گھوڑا دکھائی دیا۔ گھوڑا خُوبصورت تھا۔ اُس نے بتایا کہ یہ گھوڑا میرا نہیں۔ میرے استفسار پر اُس نے کہا تھا جم! تم اس گھوڑے کو بھول جاؤ۔"

"میرا خیال ہے وہ گھوڑا کسی شکاری کا ہے لیکن اس موسم میں جبکہ یہاں شکار نہیں ہوتا یہ شکاری کیا کر رہا ہے۔" جم نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہُوئے کہا: "فریڈ سے رُخصت ہو کر مَیں سیدھا راستہ اختیار کرنے کے بجائے چکّر کاٹ کر جنگل میں سے ہو گیا۔ اب جو کچھ مَیں نے وہاں دیکھا وہ بھی سُن لو۔ اور یہ بات مَیں کبھی نہ کہتا مگر تم فیرن کے گہرے دوست ہو، لہٰذا بتائے دیتا ہوں۔

"یہ تقریباً ساڑھے نو بجے کا وقت تھا۔ بلوک پچھلی طرف سے فریڈ کے مکان میں داخل ہُوا۔ کچھ دیر بعد جب وہ باہر نکلا تو اُس نے گھڑسواری کا لباس اور لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ شکاریوں والا ہیٹ اُس کے سر پر تھا۔ وہ اُس گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔"

"جب تم نے فریڈ گاربل کے ہاں اُسے پچھلی طرف سے آتے دیکھا تھا تو کیا وہ لانگ ڈاؤن کی طرف سے آیا تھا؟" مَیں نے جِم سے پُوچھا۔

"نہیں تمہاری طرف سے وہ نہیں آسکتا تھا۔"

جُونہی ایان گھر آیا، مَیں نے اُسے تمام قصّہ سُنایا اُس نے فوراً پولیس کے گشتی دستے کو فون کیا اور پُوچھا کہ آیا گزشتہ رات کوئی گھڑسوار پولیس کی گاڑی کے نزدیک سے گزرا تھا۔ جواب اثبات میں تھا۔ ایک گشتی پارٹی ایک گھڑسوار کے قریب سے گزری تھی۔ سوار نے شریفانہ لباس زیبِ تن کر رکھا تھا، چنانچہ اُس پر شبہے کا ہرگز کوئی جواز نہ تھا۔ ایان کا خیال تھا کہ اب ہمیں سیدھا پولیس اسٹیشن چلنا چاہیے۔ پولیس اُس کا سُراغ لگا کر اُس کی شناخت کر سکتی ہے۔

پولیس کو ملوّث کرنے سے مَیں جتنا بچنا چاہتا تھا، اُتنا ہی ایان اس پر زور دے رہا تھا۔ وہ مُصر تھا کہ پولیس کو تمام کہانی سُنا دینی چاہیے اور یہ کہ مَیں اُس وقت تک پولیس کی حفاظت میں رہوں جب تک وہ اپنی تحقیقات مکمّل نہ کرلے۔ مَیں ایسا کرنے کے حق میں نہیں تھا مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میرے دُشمن پر سوالات کی بوچھاڑ کی جائے، اُسے ڈرایا یا دھمکایا جائے، اور پھر اُسے آزاد چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ مہینوں بعد اُس وقت پھر آدھمکے جب مجھے توقع ہی نہ ہو۔

ایان نے مجھے خبردار کیا کہ اگر تمہارا یہی رویّہ رہا تو عین ممکن ہے کہ تمہیں سرِعام پھانسی پر لٹکنا پڑے۔ مَیں نے کہا یہ میرا اور اُس کا ذاتی معاملہ ہے اور تمہیں اپنا دوست جانتے ہُوئے مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ تم پولیس کو مداخلت سے باز رکھو گے۔ ایان مان گیا مگر وہ اس پر بے حد ناخوش تھا۔

❀

اب مَیں نے خود جِم ملٹن کو ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا۔ فیرن سے جِم کا پتہ معلوم کیا اور چل پڑا۔ جب مَیں نے جِم کے گھر کا پھاٹک کھولا تو ایک بڑے سے کوّے نے میرا استقبال کیا۔ وہ میرے ٹخنوں پر بُری طرح حملہ آور ہُوا تھا۔ مَیں نے اُسے ہاتھ سے ہٹانا چاہا تو اُس نے ایک زبردست ٹھونگا مارا تھا پھر جھپٹ کر میرے کندھے پر آن بیٹھا۔ جِم ملٹن کی دونوں بچّیاں باغیچے میں کھیل رہی تھیں۔ اُنھوں نے کِھلکِھلا کر میری یہ حالت دیکھی تو ایک نے بلند آواز سے کہا: "مسٹر! اپنا کان سنبھالیے۔"

کوّے نے پھر ایک ٹھونگا مارا۔

"اسے کوسنے کے سوا اور کچھ مت کیجیے۔" دُوسری بچّی نے شرارت آمیز افسردگی سے کہا۔

"میرا خیال تھا تم آتے ہی ہو گے۔ اس لیے باہر نکل آیا۔" جِم نے گھر کے پچھواڑے سے نمودار ہوتے ہُوئے کہا۔

اتنے میں سامنے والے دروازے سے مسز ملٹن بھی نکل آئیں۔ اُن کا لباس گھریلو اور کوٹ بہت پُرانی وضع کا تھا۔ سفیدی مائل بھورے بال چہرے کی رنگت سے مماثلت رکھتے تھے۔ اُنھوں نے مُسکراتے ہُوئے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر واپس اندر چلی گئیں۔

جب ہم دونوں اکیلے رہ گئے تو مَیں نے جِم کو اصل معاملہ بتایا اور پھر پُوچھا:

"اُس نے گھوڑا کہاں سے لیا تھا؟"

"برن مین ہاس کاسل کے اصطبل سے۔" جِم نے جواب دیا۔ "اُس خوش لباس گھڑسوار نے اپنا نام کرینک شا بتایا تھا۔ اُس نے اپنا وزن کم کرنے کے بہانے یہ گھوڑا کرائے پر لیا تھا۔ روزانہ تقریباً نو بجے وہاں آتا، گھوڑا لے کر چلا جاتا اور شام ڈھلنے سے پہلے پہلے پلٹ آتا۔ پھر عموماً وہ ٹیکسی منگواتا اور دس بجے رات والی گاڑی سے واپس لندن چلا جاتا۔ بدھ کو خلافِ معمول وہ رات گیارہ بجے واپس آیا۔ اس کا جواز اُس نے یہ پیش کیا کہ وہ دوستوں کی محفل میں بیٹھ گیا تھا۔ اور گزشتہ رات وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ اب کچھ روز تک نہیں آئے گا۔"

"ابّو بیلچہ کہاں ہے؟" جِم کی بڑی بچّی نے ہماری گفتگو کا سلسلہ مُنقطع کرتے ہُوئے پُوچھا۔

"کوٹھڑی کے پچھواڑے چُوہوں کے بِلوں کے پاس پڑا ہے۔" جِم نے جواب دیا۔

"وہاں تو وہ نہیں "، بچّی نے کہا مگر جِم نے اُسے ڈانٹ کر بھگا دیا۔

مسز ملٹن نے ہم سب کو ناشتے کے لیے بُلایا۔ پالتو کوّا بھی ہمارے ساتھ تھا۔

"ہمیں اس بات کا پتہ چلانا ہے کہ کرینک شا نے بُوڑھے فریڈ گاربل کے سامنے رات گیارہ بجے تک گھوڑا رکھنے کا جواز کیا پیش کیا ہوگا۔"

ناشتے کی میز پر جِم نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ مَیں فریڈ سے یہ معلوم کروں گی۔" مسز ملٹن نے پُراعتماد انداز سے کہا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد جِم ملٹن نے اپنا ہیٹ پہنا اور باورچی خانے کے باغیچے سے گزر کر ہم بارہ دری میں آ نکلے۔

بارہ دری کے اندر ردّی گھریلو اشیا اور دیگر کچرا بھرا ہُوا تھا اور ساتھ ہی ایک خستہ حال سیاہ موٹر کار کھڑی تھی۔ جِم نے کار کا تعارف کراتے ہُوئے کہا کہ یہ مُردے اُٹھانے والی گاڑی ہے اور پٹرول کچھ زیادہ ہی کھاتی ہے۔ مسز ملٹن اور جِم اُس میں سوار ہُوئے اور گاڑی دندناتی ہُوئی چل پڑی۔ مَیں وہیں بچّیوں کے پاس ٹھہر گیا۔ اُس وقت ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔

دونوں میاں بیوی رات دس بجے لَوٹے۔ وہ دونوں اپنی کامیابی پر خوش تھے۔ گاربل نے پہلے تو اُنہیں ٹالتے ہوئے کہہ دیا کہ کرینک شا اب واپس نہیں آئے گا؛ تاہم جب مسز ملٹن نے کریدا تو اُس نے تسلیم کیا کہ کرینک شا کی طرف سے اُسے جلد ہی ٹیلیفون موصول ہوگا، لیکن اُس نے وقت اور جگہ بتانے سے انکار کیا۔ فریڈ نے غیر یقینی انداز میں اُن سے یہ بھی پُوچھا تھا کیا واقعی کوئی کرینک شا کے بارے میں پُوچھ رہا ہے۔

مَیں نے مسز ملٹن اور جِم کا شکریہ ادا کیا۔ جِم نے اپنی بیوی سے کہا: "شیڈ کے اندر تم نے اتنا کاٹھ کباڑ جمع کر رکھا ہے کہ کسی روز بچّوں کو یہاں کھیلتے ہُوئے چوٹ لگ سکتی ہے۔"

"کیا ہے اُس میں؟" اُس نے پُوچھا۔

"تم نے وہاں ترپال اور پھولوں کا ٹُوٹا ہُوا گملا بھی پھینک رکھے ہیں۔"

"چلو چل کر دیکھیں۔"

کمرے سے باہر نکلے تو مَیں نے جِم سے پُوچھا کہ جب تم نے گاڑی نکالی تھی تو کیا شیڈ کو تالہ نہیں لگایا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ وہ تالہ لگا کر گیا تھا۔

ہم شیڈ کے پاس پہنچے تو جِم چونک اُٹھا۔ "شاید اندر کوئی ہے" اُس نے کہا۔

اندر کسی کی موجُودگی کا امکان ضرور تھا، ممکن تھا کسی نے بارش کی وجہ سے وہاں پناہ لی ہو۔ جِم نے بتّی جلائی اور مَیں خاصا محتاط ہو کر گودام کے اندر داخل ہُوا۔ میرا ایک ہاتھ جیب میں تھا۔ اندر واقعی ایک ٹُوٹا ہُوا گملا پڑا تھا اور ایک ترپال جس نے تاروں کے دو بڑے بنڈل ڈھانپ رکھے تھے۔ اِن بنڈلوں کے پیچھے ایک آدمی بخوبی چھپ سکتا تھا۔ مَیں نے لکڑیوں کے ڈھیر میں سے تقریباً دو فٹ لمبی ایک مضبُوط لکڑی اُٹھائی۔ گودام اچھی طرح دیکھا بھالا مگر وہاں کوئی نہ تھا۔

ہم نے گودام بند کیا اور چلے آئے۔ مَیں نے اپنے دشمن کو محسوس کر لیا تھا۔ مَیں نے جِم سے پُوچھا کہ فریڈ گاربل کے اصطبل کیسے ہیں۔ اُس نے بتایا کہ وہاں وکٹوریہ طرز کا ایک فارم ہے جس کے پچھلی جانب گول میدان ہے۔ میدان کے تین اطراف میں گھوڑوں اور مویشیوں کے لیے اصطبل بنے ہُوئے ہیں۔

جِم نے توقّف کے بعد کہا: "مگر اُس گھوڑے کے بارے میں کیا کہا جائے جو زین اُتارتے وقت غائب ہوگیا تھا؟ اگر کرینک شا پولیس کو مطلوب ہے تو وہ سب سے آخر میں اُسے اُس اصطبل میں تلاش کرے گی اور اگر پولیس والوں نے دن بھر وہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو عین ممکن ہے کہ وہ وہاں آنے والے شخص کو دیکھ سکیں اور شاید اُس کی گفتگو بھی سُن لیں۔"

مَیں نے جِم سے وہیں ٹھہرنے کو کہا اور خود زمین پر

رینگتا ہُوا گودام کے پچھلی طرف گیا۔ مَیں نے بڑی احتیاط سے اپنا سر اُٹھا کر ماحول کا جائزہ لیا۔ یہ جگہ اونچائی پر تھی۔ روشنی ابھی خاصی تھی تقریباً دس فٹ نیچے ریتلی زمین پر ایک بیلچہ پڑا دکھائی دیا اور پھر مَیں نے انسانی قدموں کے تازہ نشانات بھی دیکھے۔

یہ سب کچھ دلچسپ تھا اُس نے اضطرار مگر ہوشمندی سے جم کے گھر کا جائزہ لیا تھا۔ وہ ایک گڑھے میں بیٹھ کر ہمیں دیکھتا رہا تھا لیکن پھر وہاں سے بھی ہٹ گیا تھا۔

مَیں نے مسز ملٹن اور بچّیوں کو خُدا حافظ کہا۔ جم اور مَیں اُس کی گاڑی میں ہرن شولٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ ایک نرالی گاڑی تھی۔ اس کی چھت ایک مضبوط ترپال سے ڈھانپی گئی تھی اور اندر خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔

مَیں نے راستے میں ایک مرتبہ پھر اس مسئلے کی ممکنہ وجُوہات پر غور کرنا شروع کیا۔ ایک خیال تھا کہ اگر بارش سے بنا لینے والا شخص جم کے اچانک وہاں پہنچنے پر ایک جست لگا کر تار کے بنڈلوں کے پیچھے چھپ گیا تھا تو وہ گودام سے کیسے باہر نکلا؟ جم کی آنکھوں کے سامنے بچ نکلنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

اور پھر مَیں نے 'اُسے' دیکھ لیا۔ مَیں فوراً ہی سیٹ پر نیچے کو دبک گیا اور اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ مَیں نے آہستگی سے کہا کہ وہ گاڑی سیدھی پولیس چوکی لے چلے۔ اُس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ مَیں نے اپنے انگوٹھے سے پچھلی طرف اشارہ کیا جہاں سیاہ چوبی تختہ اُس کے اور ہمارے درمیان حائل تھا۔ جم سمجھ گیا۔ صرف یہی ایک جگہ تھی جہاں کرینک شا ہو سکتا تھا۔ جب اُسے ہمارے گودام کی طرف آنے اور تالہ کھولنے کا احساس ہوا تو وہ پھرتی سے اُس گاڑی کے پچھلے حصّے میں سوار ہو گیا تھا۔

جم نے مشرق کی طرف گاڑی موڑی اور دو تین منٹ بعد شاہراہ نمبر پانچ پر پہنچ گیا۔ یہاں ٹریفک قدرے زیادہ تھی۔ ہم نے گاڑی کے ایمرجنسی ہارن سے فائدہ اُٹھایا اور جنازے کے احترام میں دُوسری گاڑیاں اُسے راستہ دیتی گئیں۔ چوراہے پر جم کو ایک لمحے کے لیے رُکنا پڑا۔

"لکڑی کا تختہ کتنا موٹا ہے؟" مَیں نے جم سے پُوچھا۔

"یہ خاصا موٹا اور پختہ ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

"وہ دروازے کے راستے باہر نکل سکتا ہے۔" مَیں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"نہیں۔ یہ مُردے لے جانے والی گاڑی ہے۔ اس کے دروازے پر اندر کی طرف کوئی ہینڈل نہیں۔" وہ بولا۔

مَیں نے خوشی سے قہقہہ لگایا کہ صیّاد اب خُود جال میں آپھنسا ہے۔

پولیس کی ایک گاڑی نے ہمارے قریب سے گزر کر جم کو رُکنے کا اشارہ کیا۔ اُس نے گاڑی روک لی۔ ایک پولیس کانسٹیبل نے قریب آکر کہا کہ تم نے پچھلے چوراہے پر ٹریفک کے اشارے کی خلاف ورزی کی ہے۔ اُس نے جم سے گاڑی کے کاغذات اور ڈرائیونگ لائسنس طلب کیا۔ اتنے میں دُوسرا کانسٹیبل بھی ہمارے پاس آپہنچا تھا۔ اُس نے گاڑی پیچھے سے کھولنے کا حکم دیا۔

"آپ خُود ہی کھول لیں اور دروازہ کھولتے وقت ذرا کواڑ کی اوٹ میں رہیں۔" مَیں نے اُسے خبردار کیا۔

حیرت انگیز طور پر گاڑی خالی تھی اور ترپال کی چھت ایک طرف سے کٹی ہُوئی تھی۔ وہ شخص بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ترپال کو سہارا دینے والا آہنی جنگلہ اُس کے لیے سیڑھی کا کام دے گیا تھا۔ ہمارا شکار کسی چوراہے پر یا پولیس اہلکاروں سے ہماری گفتگو کے دوران میں خاموشی سے باہر کُود گیا تھا۔

اگلی صُبح مَیں ایڈمرل کنوبل اور خالہ جارجینا سے ملنے چل پڑا۔ ایڈمرل میرے استقبال کے لیے خُود ریلوے

اسٹیشن پر موجود تھا۔

ہم گھر میں داخل ہُوئے تو خالہ باورچی خانے میں ترکاری کاٹ رہی تھی اور نُور جہاں اُس کے نزدیک کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر تو خالہ کی باچھیں ہی کھل اُٹھیں اور وہ "میرے پیارے چارلس" کہہ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

نُورجہاں نے یہ دیکھتے ہُوئے کہ ہماری توجّہ دُوسری طرف ہے، کٹی ہوئی ترکاری سے اپنا مُنہ بھر لیا۔

خالہ جارجینا نے اُسے شُشکارتے ہُوئے کہا: "مَیں اِس گھوڑے کو پھر کبھی باورچی خانے میں نہیں گھُسنے دُوں گی۔ اور اس دروازے پر تالہ چڑھانا ہی پڑے گا۔"

"مَیں اسے آج شام بند کر دُوں گا۔ جارجی! تم تو برداشت کر لو گی لیکن مجھے اُس بے چاری لڑکی پر ترس آتا ہے۔" ایڈمرل بولا۔

"کونسی لڑکی؟" مَیں نے پُوچھا۔

"بینیٹا... پادری میتھیو گلون کی بیٹی۔" ایڈمرل نے جواب دیا۔ "وہ ایک اشتہاری کمپنی میں بطور آرٹسٹ کام کر رہی ہے، تاہم اُسے لندن پسند نہیں اور ہر تیسرے ماہ یہاں چلی آتی ہے۔ میرے خیال میں یہ لڑکی فقط اپنے باپ کے اخراجات بڑھانے کے لیے ادھر کا رُخ کرتی ہے۔" خالہ نے کہا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ہنس مکھ پادری اُدھر آتا دکھائی دیا۔ اس وقت نُورجہاں اپنی مالکن کے شانے ہولے ہولے سہلا رہا تھا۔ میتھیو نے فخریہ بتایا کہ یہ اصلی عربی النّسل گھوڑا ہے اور اُس کا ایک ساتھی پادری اسے کرمان سے لایا تھا۔

"یہ تو بالکل ہی جاہل جانور ہے۔" خالہ نے تُرش لہجے میں کہا۔ "چراگاہ سے باہر نکل کر گاؤں کے بچّے ڈراتا رہتا ہے اور کاروں کے پیچھے بھاگنا اس کا معمول ہے۔"

"مسز ڈینہم! مَیں جلد ہی اس چراگاہ کے گرد ایک باڑ لگوا دوں گا۔" پادری بولا۔

بینیٹا گلون بھی ہمارے پاس باورچی خانے میں آ گئی۔

عقل مندی

پولٹری فارم کے مالک نے اپنے ایک دوست سے کہا: "جب بھی سیلاب آتا ہے، سینکڑوں چُوزے ڈُوب کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اب تمہی بتاؤ مَیں کیا کروں۔ مَیں تو قلاش ہوتا جا رہا ہُوں۔"

دوست نے چند لمحے سوچا اور پھر بولا: "تم چُوزوں کی جگہ بطخیں کیوں نہیں پال لیتے؟"

مجھے اُس میں لندن شہر کی کوئی جھلک دکھائی نہ دی۔ خُوبصورت لمبے ریشمی بال قدرے سانولے چہرے پر بھلے معلوم ہو رہے تھے۔

اُس رات کھانا بہت اچھا رہا۔ بینیٹا مُہذّب لڑکی تھی۔ اُس کا کہنا تھا کہ اُس نے خالہ سے میرے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا۔ وہ گلہریوں پر میری تصنیف بھی پڑھ چکی تھی لیکن میری اس تحقیق سے اتّفاق نہ تھا کہ گلہریاں اپنی دُم کی مدد سے درختوں پر چھلانگیں لگاتی ہیں۔

"بیٹی! مسٹر چارلس ڈینہم تو اس معاملے میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، تم ان سے کیسے اختلاف کر سکتی ہو؟" اُس کے والد نے کہا۔

بینیٹا نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہُوئے کہا: "مَیں آپ کو بتاتی ہُوں کہ اصل میں ہوتا کیا ہے۔" پھر اُس نے ایڈمرل سے ایک پنسل مانگی اور ایک ردّی لفافے پر گلہری کی دُم اور بالوں کا خاکہ بنایا۔ میرے دل نے اُسی وقت تسلیم کر لیا کہ وہ ٹھیک ہی کہتی ہے اور مَیں نے بھونڈے انداز میں ایک بات کہہ دی ہے۔

ایڈمرل کے ہاں گزرنے والے دنوں میں بینیٹا کو سمجھنے کا خاصا موقع ملا۔ مجھے اپنی جوانی کے دن یاد آ گئے۔ وقتی طور پر یہ چھوٹی سی دُنیا بہت ہی پُرکشش لگی؛ تاہم اُسے مَیں حاصل نہیں

کر سکتا تھا۔ میری اور بینٹا کی عمروں میں بیس برس کا فاصلہ تھا۔ پُراسرار حریف نے میرے لیے جو اُلجھن پیدا کر رکھی تھی اُس کا تقاضا ہی کچھ اور تھا۔ مَیں اُن سب کو اسٹیج ڈرامے کے ایسے دلکش اداکاروں کی طرح دیکھ رہا تھا جن کے جذبات و احساسات میں تماشائی شریک تو ہو سکتے ہیں مگر اُن تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

ایک روز باتوں باتوں میں خالہ کہنے لگی: "باتھ اینڈ ویسٹ کے ایک محافظ کا نام بریگین ہے۔ وہ سانولے رنگ کا ایک اچھا خاصا ہسوار ہے۔ عمر چالیس برس ہے۔ اُس نے ایک مرتبہ مجھ سے پُوچھا تھا کہ مَیں کہیں مسز وان ڈینہم تو نہیں۔ خُدا جانے اُسے وان کا لفظ کہاں سے معلوم ہُوا تھا۔ چارلس جب سے برطانیہ میں آیا ہے، اس نے یہ نام کبھی استعمال نہیں کیا۔ مَیں ضرور اُس شخص کو پہلے کہیں مل چکی ہُوں۔"

"خالہ! تمہاری اُس سے گفتگو کہاں ہُوئی تھی؟" مَیں نے پُوچھا۔

"ڈاؤ مارٹن پر۔۔۔ جہاں مَیں نُور جہاں پر سواری کی مشق کر رہی تھی۔"

مَیں جانتا تھا کہ خالہ اور ایڈمرل بہت کچھ جان چکے ہیں۔ مَیں یہ بھی اندازہ لگا سکتا تھا کہ انہیں یہ سب کچھ کس نے بتایا ہو گا۔

"آپ کو ایان نے کتنا کچھ بتایا ہے؟" مَیں نے پُوچھا۔

"تمہارا جگری یار ایان!" خالہ نے طیش میں آتے ہُوئے جواب دیا۔ "اُس نے تو بہت کم بتایا ہے۔"

ایڈمرل بولا: "تمہارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم اپنے بھی خیر خواہ نہیں ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ تمہارا کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔" مَیں نے سرِ تسلیم خم کیا۔ ایڈمرل نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے پُوچھا: "جب سے ڈاکیہ ہلاک ہُوا ہے تم کس بات کے پیچھے پڑے ہو؟"

مَیں نے اُنہیں مختصر سی داستان سُنا ڈالی۔ اس دَوران میں خالہ اُٹھ کر بیڈ رُوم میں آرام کرنے چلی گئی۔ اپنی کہانی ختم کرنے کے بعد مَیں نے ایڈمرل سے مشورہ طلب کیا۔

"میرے خیال میں تمہیں اس شخص کا کھوج لگانے کے لیے پولیس کی اسپیشل برانچ کا تعاون حاصل کرنا پڑے گا۔ ایک بوبی ٹریپ (پھندا) استعمال کرو۔ تمہارا طریقِ کار دُرست ہے مگر مَیں اسے پسند نہیں کرتا۔" پھر اُس نے ہمدردی کے لہجے میں کہا: "چارلس! تم میرے ساتھ ہی قیام کرو۔ جب تک تم یہاں ہو، وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ ہمیں یہاں خاموشی سے رہ کر یہ جانچنا چاہیے کہ وہ کہاں غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔"

یہ بات دُرست تھی؛ چنانچہ مَیں نے کچھ عرصے کے لیے وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں چیننگ مارٹن میں مَیں کبھی تنہا نہ ہوتا تھا۔ مجھے باتھ اینڈ ویسٹ کا محافظ اگرچہ دیکھ سکتا تھا لیکن اُس کے لیے مجھ پر بے خبری میں حملہ آور ہونا ممکن نہ تھا۔ اس جگہ مجھے ہر طرح سے آرام تھا مگر یہ آرام اُس وقت غارت ہوتا محسوس ہوتا جب سوچتا کہ مَیں کس قدر بدنصیب ہُوں جو اپنی جیب میں ریوالور ڈالے بغیر کہیں گھوم پھر نہیں سکتا۔

ممکن ہے بینٹا میرے متعلق یہ سمجھتی ہو کہ مجھے کوئی بھُوت پریت چمٹ گیا ہے یا کسی ماہرِ نفسیات کی ضرورت ہے لیکن خالہ نے میرے متعلق اُسے اتنا کچھ بتا دیا تھا کہ حقیقت اُس کی نظروں سے اوجھل نہ رہی تھی۔ ایک دوپہر ہم وادی میں سے گزر رہے تھے۔ چلتے چلتے مَیں نے دو مرتبہ پیچھے مُڑ کر دیکھا تو بینٹا دھیرے سے بولی: "چارلس! کوئی بھی تمہارا پیچھا نہیں کر رہا۔" مَیں نے اپنی بے چینی پر معذرت کی تو اُس نے کہا: "لیکن یُوں لگتا ہے جیسے تمہیں واقعی کسی کا انتظار ہو۔"

"قدرت کا مشاہدہ کرنے والا ہر شخص ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے۔" مَیں نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

ایک دوپہر مَیں اور بینٹا کا والد اصطبل صاف کر رہے تھے۔ وہ گھوڑے کی زین کو صابن لگاتے ہُوئے کہنے لگی: "دین ایکرز کے جھُنڈ میں سُرخ گلہریاں ہیں، کیا آپ اُنہیں دیکھنا پسند کریں گے؟" درختوں کا یہ جھُنڈ خشک وادی کے دہانے پر تھا۔

"واقعی؟ مَیں نے جنگ کے بعد سے کبھی سُرخ گلہری نہیں دیکھی۔ جب مَیں کل اس علاقے سے گزروں گا تو ضرور وہاں ٹھہر کر اُن کا مشاہدہ کروں گا۔" مَیں نے جواب دیا۔

اگلی شام گلون سے ملاقات ہُوئی تو وہ بہت خوش تھا کہ اُس نے سُرخ گلہریاں دیکھ لی ہیں۔ اُس نے بتایا کہ ایک گلہری تو بالکل اُس کے قدموں میں آن پہنچی تھی۔ اُس نے بسکٹ کا ایک ٹکڑا اُس کی طرف پھینکا۔ گلہری نے اُسے دونوں اگلے پاؤں میں پکڑا اور بڑے مزے سے کھا گئی۔

"ڈیڈی! یہ کسی کی پالتو گلہری ہوگی۔" بیٹا بولی۔

مَیں خود وہ گلہریاں دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ وین ایکڑ کے جُھنڈ میں واقعی چار سُرخ گلہریاں تھیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے جانور بہت ہی خُوبصُورت تھے۔ اُن کی دم غیر معمولی طور پر سُرخ تھی جس سے اُن کی رنگت میں تضاد بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔

اپنے میزبان کے ساتھ میری ملاقات صرف رات کے کھانے پر ہوتی۔ ہم کبھی چائے یا ظہرانے پر اکٹھے نہ ہُوئے۔ پھر ایک روز مَیں یہ سُن کر حیران رہ گیا کہ مجھے بھی جنرل تھامس پاسلور کی دعوت میں شریک ہونا ہے۔

"یہ جنرل کون ہے؟" مَیں نے پُوچھا۔

"اُس علاقے کا ایک بڑا زمیندار ہے۔ کرنسٹر کے اُس پار رہتا ہے مگر لندن جیسے شہر سے دُور بھی وہ تمہیں بہترین پکوان کھلائے گا۔" ایڈمرل نے اُس کی تعریف کرتے ہُوئے کہا۔

جنرل تھامس کو دیکھتے ہی مجھے ایک تازہ پکڑا ہُوا جھینگا یاد آ گیا۔ اس لیے نہیں کہ وہ ٹھگنے قد کا تھا بلکہ اس لیے کہ اُس کی سلیٹی مائل مُونچھیں بڑے تمسخرانہ انداز کی تھیں۔ لیڈی پاسلور بھی تقریباً اسی نوع کی عورت تھی مگر قدرے کم۔ اُس کے چہرے کا رنگ کھلتا ہُوا گلابی تھا اور اُس نے لباس بھی گلابی ہی زیبِ تن کیا ہُوا تھا۔ وہ اپنے جیون ساتھی کی طرف دیکھ دیکھ کر پھُولی نہیں سما رہی تھی۔ وہ اُس کے سوا کچھ اور کر بھی تو نہیں سکتی تھی کیونکہ جنرل تھامس نے سلسلۂ کلام کہیں توڑا ہی نہیں تھا۔ وہ اپنی یادداشتوں میں سے چیدہ چیدہ واقعات ہمیں سُناتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد، شاید بور ہو کر لیڈی تھامس وہاں سے کھسک گئی۔ جنرل تھامس نے ہمیں سگار اور مشروب پیش کیا اور پھر مجھ سے مخاطب ہُوا:

"چارلس! مَیں نے سُنا ہے کہ آجکل تم کسی مشکل میں پھنسے ہُوئے ہو۔"

"مشکل؟" مَیں ایک مرتبہ تو چکرا گیا۔ پھر مَیں نے یکسر نفی میں سر ہلا دیا۔

"ہاں، یاد آیا، کوئی بم کا واقعہ ہے۔" جنرل نے کہا۔ "فرانسیسی پولیس کے چند اہلکار میرے پاس آئے تھے۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا تم اُس شخص کا حُلیہ بتا سکتے ہو جس نے تمہیں بم کا پارسل بھیجا تھا۔"

"نہیں۔ مَیں نہیں بتا سکتا۔ کیا پیرس کی طرف سے یہ پُوچھ گچھ ہُوئی تھی؟" مَیں نے پُوچھا۔

"اعلیٰ ترین حُکّام کی طرف سے۔" جنرل نے جواب دیا۔

واپسی پر ایڈمرل کنوبل نے ایک موڑ پر گاڑی روک لی اور بولا۔ "چارلس! تم اس سے کیا اندازہ لگاتے ہو؟"

"مجھے اُس کی بات پر یقین نہیں آتا۔ شاید فرانس کی طرف سے اس سلسلے میں بات ہُوئی ہو۔" مَیں نے جواب دیا۔

"لیکن ـــــ لعنت بھیجو جی! ہم جس کا پیچھا کر رہے ہیں، وہ تو انگریز ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو بھی فرانس میں اُس کے بعض بارسوخ دوست موجود ہوں گے۔"

ایڈمرل نے گاڑی پھر چلا دی۔ پہاڑی راستے سے ہوتے ہُوئے ہم اب کاٹس والڈ کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے۔ وہ گاڑی چلا رہا تھا اور مَیں نیچے وادی تک جاتی بل کھاتی سڑک اور ہری بھری ڈھلان کا نظارہ کر رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ میرا دشمن شاید کسی خوشگوار شام براہِ راست میرے پاس آئے گا ـــــ مگر کہاں؟ خالہ جارجینا سے ملاقات کرنے اور یہ جان لینے کے بعد کہ ہم کچھ دیر کے لیے چپنگ مارٹن میں رہیں گے، اُس کا اقدام کیا

ہو گا؛ شاید وہ کئی بار فرانس کا چکر لگا آیا ہو اور دین ایکڑ کے جھنڈ میں بھی گیا ہو۔

فرانس ـــــ درختوں کا جھنڈ ـــــ گلہریوں کی سُرخ دُمیں ـــــ ایک نقشہ میرے ذہن میں اُبھرا۔ وہ فرانسیسی نسل کی گلہریاں تھیں، اسی لیے تو مجھے اُن کا گھونسلا کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ تین گلہریاں جنگلی تھیں لیکن ایک جوسینٹ فرانسس کے پادری سے مانوس ہو گئی تھی، پالتو جانور فروخت کرنے والے سے خریدی گئی تھی۔ مَیں نے یہ خیال اپنے ہی تک محدود رکھا۔

خالہ صحن میں بیٹھی تمباکو نوشی کر رہی تھی۔ مجھے آتے دیکھ کر بہت خوش ہُوئی۔ اُس کا مُوڈ فوجی رسالے کے کسی مہربان کرنل جیسا لگ رہا تھا۔ وہ بارُعب مگر دُکھی خاتون تھی۔ اُس نے اپنے تمام دُکھ اپنے ہی دل میں رکھے ہُوئے ہیں۔

تقریباً پون گھنٹے کے بعد اُس نے چرچ کی کھڑکی میں سے کسی کے چلّانے کی آواز سُنی۔ کوئی مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ نُورجہاں نے چراگاہ اور چرچ کے درمیان لگا ہُوا لکڑی کا گیٹ توڑ ڈالا تھا۔ گرجے کے ہال میں پہنچ کر گھوڑا آرام سے کھڑا ہو گیا۔ اندر ایک انسان کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہُوا۔

خالہ نے گھوڑے کو پکڑ کر اصطبل میں بند کیا۔ گرجے کے باہر لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا۔ مَیں نے اعلان کیا: "اب نُورجہاں چاہتا ہے کہ اس سے سخت کام لیا جائے۔"

خالہ بولی: "چارلس! مَیں تم سے متفق نہیں۔ جب ایک گھوڑے کے گرد لق و دق صحرا ہو تو اُسے اپنے مالک کے خیمے

پاکستان کے دل لاہور کے خوبصورت ترین علاقے میں
مہنگے دَور کا سستا ترین رہائشی منصوبہ

نازٹاؤن

متصل واپڈا ہاؤسنگ اسکیم نزد جوہر ٹاؤن (3200 ایکڑ)
150 فٹ اور 80 فٹ چوڑی سڑکوں کے سنگم پر

ایل ڈی اے سے منظور شدہ بحوالہ خط نمبر CMP-195-S/LDA/628 ۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۸۶ء

5 - 10 مرلہ اور ایک کنال کے پلاٹ نقد اور ماہانہ اقساط کی بنیاد پر
قیمت صرف -/1800 روپے (30 فٹ روڈ پر) -/2,000 روپے (40-50 اور 80 فٹ روڈ پر)
فی مرلہ اور -/2,500 روپے (150 فٹ روڈ پر) علاوہ ترقیاتی اخراجات
1/3 حصّہ کی ادائیگی پر فوری رجسٹری۔ یکمشت ادائیگی پر 15 فیصد کی رعایت

بیرونِ ملک مقیم پاکستانی حضرات 80 - 50 اور 40 فٹ روڈ کے پلاٹوں کے لئے
-/13,330 -/6,665 یا -/3,343 روپے اور 30 فٹ روڈ کے پلاٹوں کے لئے
-/12,000 -/6,000 یا -/3,000 روپے کا بنک ڈرافٹ بنام
ایشیا اسٹیٹ ڈیولپمنٹ کارپوریشن۔ لاہور (MCB مین مارکیٹ گلبرگ برانچ)
علی الترتیب 5 مرلے، 10 مرلے اور ایک کنال کے پلاٹوں کے لئے بطور 1/3 بیعانہ ارسال کر کے پلاٹ بک کرا سکتے ہیں۔

مزید تفصیلات کے لئے لکھیے یا رابطہ قائم کریں:
ایشیا اسٹیٹ ڈیولپمنٹ کارپوریشن
27-E نزد اوریگا آرکیڈ مین مارکیٹ، گلبرگ۔ لاہور
فون: 872597

ad-ventures lhr.

ہی کو اپنا گھر سمجھنا چاہیے۔"

نیمے کے نام پر چونکتے ہُوئے مَیں نے کہا: "میرا خیال ہے قبل اس کے کہ میتھیوگلون اصطبل میں سونا شروع کر دے، مَیں نُورجہاں کو لے کر بکنگھم شائر کا ایک چکر لگا آؤں۔ کیا مجھے اس کی اجازت لے دو گی؟"

"نہیں چارلس! لیکن بینٹا لے سکتی ہے۔" خالہ نے جواب دیا۔

بینٹا درختوں کے جُھنڈ میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ پادری کی قیام گاہ کے سبھی افراد ادھر اُدھر جا چکے تھے۔ مَیں بینٹا کے پاس گیا اور اپنی تجویز پیش کی جو اُسے پسند آئی۔ پھر ہم اکٹھے میتھیوگلون کے پاس گئے۔ وہ اپنے کمرے کے اندر مصروفِ مطالعہ تھا۔ اُس نے بھی اتفاق ظاہر کیا مگر مجھے اُس سے ایک وعدہ کرنا پڑا کہ مَیں ایک روز میں بیس میل سے زیادہ سفر نہیں کروں گا اور نُورجہاں کی اچھی طرح دیکھ بھال کی جاتی رہے گی۔

مَیں نے سفر کا پروگرام بنایا۔ مجھے یقین تھا کہ نُورجہاں کے ساتھ سفر کرنے سے اُسے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی ترغیب ملے گی اور اُس پر کوئی شک بھی نہیں کر سکے گا۔

اگلے روز صبح ناشتے پر ایڈمرل کنوبل کو اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔ اُس نے کہا: "یہ تمہارا کھلونا نما پستول مجھے بالکل پسند نہیں۔ یہ تو کسی شخص کو زخمی بھی نہیں کر سکتا۔" قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔ "مَیں تمہیں راز کی ایک بات بتاتا ہُوں۔ مَیں نے اپنے جنگی نوادرات محفوظ جگہ پر رکھے ہُوئے ہیں؛ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ غلط اور خلافِ قانون ہے۔ میرے پاس دھماکہ خیز اسلحہ رکھنے کا اجازت نامہ بھی ہے۔"

ایڈمرل مجھے اپنے بیڈ رُوم میں لے گیا اور ایک الماری کا تالا کھولا۔ وہاں مختلف انواع کے تاریخی ہتھیار رکھے ہُوئے تھے۔ اُن میں ایک جرمن خنجر نیزے کا ٹوٹا ہُوا پھل اور ایک جاپانی تلوار بھی تھے۔ اُس نے ۴۵ بور کا ایک ریوالور میرے ہاتھ میں تھماتے ہُوئے کہا: "تمہیں یہ اپنے پاس رکھنا چاہیے۔"

"مگر نہیں ـــ یہ مناسب نہیں۔" یہ کہہ کر مَیں نے وہاں ایک جرمن رائفل بھی دیکھی جس سے ایک سو گز تک ٹھیک نشانہ لگایا جا سکتا تھا۔ مَیں نے رائفل ہاتھ میں لیتے ہُوئے کہا: "اس کے کارتوس مل جائیں تو مَیں اس کی صحیح کارکردگی کا اندازہ لگا لوں۔"

ایڈمرل بولا: "اچھا کل صبح مَیں لندن جاؤں گا تو بحریہ کے دفتر سے کارتوسوں کے چند ڈبے تمہیں لا دوں گا، وہاں میرا ایک دوست کام کرتا ہے۔ مگر تم کب روانہ ہو گے؟"

پاسلور کا خط کل تک پیرس پہنچ جائے گا۔ ہمارا دوست تین چار دن میں اس کا جواب جان جائے گا اور اس کا اگلا قدم دلیری سے ہمارے قریب تر آنا ہو گا۔ اُس وقت مَیں روانگی کے لیے تیار رہوں گا۔"

"وہ گھوڑوں کی دُنیا میں داخل ہو چکا ہے اور جان سکتا ہے کہ مسز ڈنہیم ایک عربی گھوڑے کو سدھا رہی ہے۔ پھر فوراً ہی تمہارے پیچھے لگ جائے گا۔" ایڈمرل نے خیال ظاہر کیا۔

مَیں نے مُسکراتے ہُوئے کہا: "اُمید ہے کہ اس بار بھی وہ کار بل کا سہارا لے گا اور اگر اُس نے ایسا کیا تو میری گرفت میں ہو گا۔"

❋

سیون کے میدانی علاقے میں دُور اُفق پر ایک عربی گھوڑا اور اُس کا سوار بار بار دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دیہات جہاں سے مَیں اپنی روزمرہ کی ضروریات خریدتا اور وہ کاشتکار جن سے خیمہ لگانے کی اجازت لیتا تھا، اُسے ہماری خبر دے سکتے تھے؛ تاہم فضا پُرسکون تھی۔ سُورج اپنی پُوری آب و تاب سے ہری بھری گھاس پر اپنی گرم گرم سنہری کرنیں نچھاور کر رہا تھا۔ خوف ایک مناسب احتیاط میں سمٹ چکا تھا اور اب مجھے اپنے پیچھے قدموں کی ہر آہٹ پر چونکنا نہیں پڑتا تھا۔

خالہ جارجینا نے راستے میں پڑنے والی ایسی تمام سرائیں اور فارموں کی ایک فہرست مجھے دی تھی جہاں رات کے وقت گھوڑے رکھنے کا بندوبست تھا لیکن مَیں نے انہیں استعمال نہیں کیا۔ میرا معمول تھا کہ مَیں سرِشام ہی کوٹس والڈ ہِلز کے کنارے درختوں کے جھنڈ میں کسی محفوظ مقام پر اپنا خیمہ نصب کر لیتا اور نُورجہاں کو ایسی جگہ باندھتا جہاں سے وہ درختوں کے بیچ میں سے آنے والے راستے کی نگرانی کر سکتا تھا اور جب

دیکھتا کہ رات ڈھلنے تک اس طرف کوئی آیا ہے نہ کسی کو میرے پڑاؤ کا علم ہُوا ہے، تو مَیں اطمینان سے سو جاتا۔

پادری میتھیو گلون کو مَیں روزانہ ایک پوسٹ کارڈ ارسال کر کے اپنی خیریت کی خبر دیتا رہا۔ اُسے یہ خدشہ تھا کہ نُورجہاں ابھی مکمل طور پر سدھایا نہیں گیا، اس لیے کہیں وہ مجھے تنگ نہ کر رہا ہو لیکن یہ جانور مناسب حد تک اطاعت پذیر ثابت ہُوا تھا۔

راستے میں استفسار کرتے تو مَیں اُنہیں بتاتا کہ بانبری سے ہوتا ہُوا ہرن شولٹ تک جاؤں گا جہاں میرا اپنا مکان ہے اور مَیں وہاں چند روز قیام کروں گا۔ اس سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ دُشمن کو میرا تعاقب کرنے میں آسانی رہے۔

چھٹی رات مَیں نے برکلے اور بکنگھم کے درمیانی علاقے میں پڑاؤ ڈالا اور اگلے روز گاؤں کے دوسری طرف جم ملٹن سے ملنے گیا۔ میرے پہنچنے کے آدھ گھنٹہ بعد وہ اُسی تابوت گاڑی میں آیا۔ اُس کے پاس چند ڈبے اور تھیلے تھے۔ وہ نُورجہاں کو اپنے گھر میں دیکھ کر حیران ہی تو رہ گیا۔

وہ سانولا شخص فریڈ گاربل سے دوبارہ ملنے نہیں آیا تھا۔ مسز ملٹن کو اس کا پُورا یقین تھا۔ ہمارے شکار نے وقت مقررہ پر ٹیلیفون کیا تھا اور اُسے بتا دیا گیا تھا کہ اُس کی نقل و حرکت کے متعلق کسی قسم کی تحقیقات نہیں کی گئی، اور یہ کہ مَیں وارن سے چلا گیا ہُوں۔ اس سے مطمئن ہو کر اُس نے پُوچھا کہ مَیں ہرن شولٹ میں کیا کرتا رہا اور یہ کہ میرا ساتھی کون تھا۔ اُس نے تاریخ اور وقت بتا دیا جب وہ ان دو سوالوں کا جواب جاننے کے لیے ٹیلیفون کا انتظار کرے گا۔ اسی دوران میں گاربل کو ڈاک سے ایک لفافہ موصول ہُوا جس میں ایک ایک پونڈ کے بیس نوٹ تھے۔

پہلے سوال کا جواب ہر کوئی جانتا تھا — یہ کہ مَیں جنگل میں پھرنے والی لُومڑیوں کا مشاہدہ کرتا رہا تھا۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق تھا کہ لُومڑیوں کے علاقے میں سانولے شخص کو پکڑنے کی ناکام کوشش میں کس شخص نے میرا ساتھ دیا تھا، کم از کم مسز ملٹن کچھ نہیں جانتی تھی؛ چنانچہ فریڈ گاربل کے پُوچھنے پر اُس نے بس اتنا ہی کہا تھا: "ایک اور پروفیسر ہو گا۔"

مَیں نے 'شیر' کو منصُوبہ بنانے کے لیے وقت دیا تھا۔ اُس پر اپنا روزمرّہ کا معمول بھی ظاہر کر دیا اور اُسے یقین دلایا کہ کوئی اور میری حفاظت نہیں کر رہا، لٰہذا میرے سفرِ واپسی میں حملہ ہونے کا امکان تھا۔

چوتھے روز مَیں نے جنوب کا راستہ اختیار کیا۔ میری منزل رائل گیٹ تھی۔ اس علاقے میں گھوڑے کے لیے پانی اور پوشیدہ رہنے کے مقامات کم تھے، لٰہذا مَیں نے خالہ کی فراہم کردہ فہرست کا جائزہ لیا۔ تین چار میل کے فاصلے پر مجھے اپنے مطلب کی جگہ مل گئی۔ وہاں ایک خاتون نے میرا استقبال کیا۔ اُس نے مجھے اُن گھڑسواروں کے ناموں کی فہرست دکھائی جنہوں نے اُس کی سرائے میں قیام کیا تھا۔ اُن میں زیادہ تعداد خواتین کی تھی۔ خاتون مجھے میرا کمرہ دکھانے لے گئی جس کی تعریف کرتے تھکتی نہیں تھی لیکن جب مَیں نے غلّے کا خالی گودام رات بسر کرنے کے لیے منتخب کیا تو وہ خاموش ہو رہی۔ گودام درختوں کے ایک چھوٹے سے جھنڈ میں قدرے سُنسان جگہ تھا۔ اس کے اندر ایک طرف چشمے کے پانی کا نل بہہ رہا تھا۔

درختوں کا یہ جُھنڈ رات کی تاریکی میں بھی دکھائی دے سکتا تھا اور طاقتور دُوربین سے یا میرے نام بار بار ٹیلیفون کر کے جانا جا سکتا تھا کہ مَیں اُس میں چُھپا ہُوا ہُوں۔ مَیں جتنا اس جگہ کا جائزہ لیتا اُتنا ہی مجھے احساس ہوتا کہ بس اب میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ 'شیر' ایک خاموش مگر پُھرتیلا حملہ کرنے کے بعد میری لاش ٹھکانے لگانے سے پہلے رات بھر یہاں آرام بھی کر سکتا تھا — لیکن جب تک مَیں اُس کے ہاتھ میں بندوق نہ دیکھ لیتا، اُسے ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔

شام کے چار بجے کا عمل تھا۔ مَیں نُورجہاں کی مالش کر رہا تھا۔ اتنے میں گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سُنائی دی۔ مَیں چونک گیا لیکن چند ہی لمحے بعد یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہُوئی کہ گھوڑے پر سوار ہینٹا چلی آ رہی ہے۔

"تم نے ہمیں کیسے تلاش کر لیا؟" مَیں نے چُھوٹتے ہی پُوچھا۔

"تم نے پوسٹ کارڈ میں لکھا تھا کہ تم آج سٹو آن ولڈ کے کسی حصّہ سے گزرو گے ؛ لہٰذا جارجینا نے اپنے کسی دوست سے مجھے ایک گھوڑا لا دیا۔ ڈیڈی پریشان ہو رہے تھے ۔ تم فارم کی سرائے میں آرام سے کیوں نہیں رہتے ؟" بینٹا بولی ۔

"وہاں بہت سارے کُتّے ہیں اور نور جہاں کو اُن کی موجودگی پسند نہیں ۔" میں نے جواب دیا ۔

ہم زمین پر بکھرے سوکھے پتّوں کے اُوپر بیٹھ گئے ۔ اُس نے کہنا شروع کیا : "چارلس ! جب سے تم ہم سے جُدا ہو کر آئے ہو، ہم سارا وقت تمہاری ہی باتیں کرتے رہتے ہیں ۔ جارجینا نے تمہارے متعلق مجھے سب کچھ بتا دیا ہے ___ آسٹریا میں خُفیہ تنظیم ، جرمن گسٹاپو اور ریونز برک کی عورتوں کی حفاظت سبھی کچھ ۔ اور پھر یہ کہ تم نے جارج کراس کا تمغہ لینے سے انکار کر دیا تھا ۔ تم سب سے زیادہ مغرور شخص تھے ۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں نے کبھی اپنے آپ کو مغرور نہیں سمجھا ۔"

"تم ہنوز بچے ہی ہو ۔" اُس نے مُسکراتے ہُوئے کہا ۔ "تم نے کبھی بھی گراف وان ڈینہم بننے کی کوشش نہیں کی ___ مغرور کہیں کے ! فرض کرو آج ہم دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو کون بڑا ہو گا ؟"

اُس نے عجب سوال کیا تھا ۔ اس کی گہرائی میں اُترتے ہُوئے مجھ پر انکشاف ہُوا کہ وہ مجھ سے رشتۂ الفت استوار کیے ہُوئے ہے ۔

سات بج چکے تھے ۔ نُور جہاں اور اُس کی ساتھی گھوڑی ٹیلے کی چوٹی پہ چڑھ کر مشرق کی طرف نیچے اُتر گئے تھے ۔ بڑی سڑک پر ٹہلتے ٹہلتے کچھ اور گفتگو کرنے کے بعد ہم نے جُدا ہو جانا ہی مناسب خیال کیا ۔

کٹے ہُوئے درختوں کے بیچوں بیچ چلتے ہُوئے مجھے ایک بار پھر کسی گھوڑے کے قدموں کی آہٹ سُنائی دی ۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ سوار کون ہے ۔ قریب ہی کہیں آڑ لینے کے بجائے میں نُور جہاں کو ایک ڈھلان پر سے چکر دلوا کر اپنی گودام سرائے میں پلٹ آیا ۔ کھیتوں میں شام کا دُھندلکا پھیل رہا تھا اور علاقہ بالکل سُنسان تھا ۔ میں نے اس ماحول میں اپنے آپ کو کھو دیا اور غیر ارادی طور پر شادی کے موضوع پر سوچنے لگا ۔ خیال آیا کہ اب میں بہتر آمدنی والی کوئی بھی ملازمت کر لُوں گا اور پھر ہم دونوں ماہرینِ حیوانات کامیاب ازدواجی زندگی بسر کر سکیں گے ۔

"سلام صاحب ! یہ ایک بہترین جانور ہے ۔"

میں آواز سُن کر چونک پڑا کہ یہ آدمی کہاں سے وارد ہو گیا ۔ اگر میں نے پہلے اُسے نہ دیکھا ہوتا تو کرخت چہرے والے اس شخص کا نشانہ جان سکتا ۔ اُس نے ہیٹ ، برجس ، لمبے بُوٹ اور جیکٹ زیبِ تن کیے ہُوئے تھے ۔ اُس کے بال قبل از وقت

دِل

:: آپ کا دل وقفوں سے دھڑکتا ہے ۔ اگر پُوری زندگی کے وقفے شمار کیے جائیں تو پتہ چلے گا کہ دل نے کم و بیش بیس برس کا عرصہ ساکن رہ کر گزارا ہے ۔

:: آپ اپنے دل کی دھڑکن نہیں سُن سکتے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دھڑکن فقط دل کے پٹھوں کا خاموش سُکڑاؤ ہے ۔ اگر ہم کسی دوسرے کے سینے پر کان لگا کر سُنیں تو جو آواز سنائی دیتی ہے وہ دل کے والو بند ہونے کی ہوتی ہے ۔

:: دل ایک منٹ میں ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے اور ۶۵ سال کی عمر تک اڑھائی ارب مرتبہ دھڑک چکا ہوتا ہے ۔

:: دل کا بایاں نصف حصّہ ، دائیں نصف کی نسبت زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بائیں حصّے کو پُورے جسم تک خُون پہنچانا ہوتا ہے جبکہ دایاں حصّہ فقط پھیپھڑوں کو خُون پہنچاتا ہے ۔

سفید ہو رہے تھے۔ پھر بھی ہم اُسے سانولا شخص کہتے تھے۔
جی ہاں! یہ وہی سانولا شخص تھا مگر وہ ہرن شولٹ کے مقابلے میں یہاں زیادہ عمر رسیدہ دکھائی دے رہا تھا اور بادامی رنگ کی گھوڑی پر سوار تھا۔
مَیں نے سلام کا جواب دیا تو اُس نے پُوچھا: "کیا آپ کہیں دُور جا رہے ہیں؟"
"بس ایسے ہی مشق کر رہا تھا۔"
اگر مَیں اُسے یہ بتا دیتا کہ نزدیک ہی درختوں کے جُھنڈ کی طرف جا رہا ہُوں جہاں پڑاؤ کیا ہُوا ہے تو بس میرا خاتمہ ہو جاتا۔ اب یہی ہو سکتا تھا کہ مَیں شک پیدا کیے بغیر اُسے اپنے آگے چلنے پر مجبور کروں، اور اس طرح گاؤں میں لے چلوں۔
اُس نے مجھے عین اُس وقت آن لیا تھا جب مَیں چند لمحوں کے لیے اُسے بُھول چکا تھا۔ اب مَیں پُوری طرح اُس کے رحم و کرم پر تھا۔ مقابلے کے لیے اُسے للکار بھی نہیں سکتا تھا، کیونکہ میرا ریوالور بائیں پہلو سے لٹک رہا تھا۔
"مَیں نے آپ کے اور نُور جہاں کے بارے میں سُن رکھا تھا۔" اُس نے مخلصانہ انداز میں کہا۔
"تم یہاں رہتے ہو؟" مَیں نے پُوچھا۔
"نہیں۔ مَیں چند روز کے لیے یہاں اپنے احباب کے پاس ٹھہرا ہُوا ہُوں۔"
مجھے یقین ہے اُسے یہ خیال ہرگز نہیں آیا ہو گا کہ مَیں نے اُسے پہچان لیا ہے۔ اب وہ میرے بائیں طرف آ چکا تھا۔ ہم دونوں کے گھوڑے پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ غیر ارادی طور پر ہماری رفتار کم ہو گئی۔ مَیں اُسے اپنے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا مبادا وہ پُشت پر سے حملہ کر دے۔ مَیں بلا وجہ رُک سکتا تھا نہ نُور جہاں پر سوار ہو کر بھاگنا ممکن تھا۔ وہ ایک تجربہ کار سوار تھا اور فوراً جان لیتا کہ مَیں نے دانستہ گھوڑا بھگایا ہے۔
مَیں نے بے پروائی کا انداز اختیار کیا اور گپ شپ جاری رکھی۔ پھر اپنی بائیں ایڑی زور سے گھوڑے کی پسلیوں میں ماری اور ساتھ ہی دُعا کی کہ یہ مجھے زمین پر پٹخ نہ دے۔ نُور جہاں نے مجھے مایوس کیا۔ اُس نے بھاگنے کے بجائے نتھنے پُھلائے، خرخر کی آواز نکالی اور سر ہلایا مگر قدم قدم چلتا رہا۔ زبردستی کا ہم سفر میری بائیں ٹانگ کی جنبش نہیں دیکھ سکا تھا۔ مَیں نے ایک بار پھر قسمت آزمائی۔ اس مرتبہ نُور جہاں رُک گیا۔
حریف سوار نے بھی اپنا گھوڑا روک لیا۔ مَیں نے ایک ناتجربہ کار سوار کی طرح نُور جہاں کی لگام کھینچنا شروع کر دی۔ اس پر وہ رقص کرنے لگا۔ ساتھ ہی مَیں نے بلند آواز سے کہا: "اسے نہیں سدھایا جا سکتا۔"
"صبر کیجیے محترم!" میرے صیاد نے خوشگوار انداز میں کہا۔
اُس وقت مَیں بائیں طرف تھا۔ اُس نے بے پروائی سے اپنا دایاں ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈالا اور ایک لمحے کے لیے مجھ سے آگے بڑھ گیا۔ یُوں وہ راستہ کاٹ کر پھر میرے بائیں طرف ہو گیا۔ اُس کا کہنا تھا کہ وہ گھاس چرتی بھیڑیں ذرا قریب سے دیکھنا چاہتا ہے۔ اُس کے پہلو میں چلتے ہُوئے مَیں جیب کے اندر سے بھی پستول نہیں چلا سکتا تھا۔ نُور جہاں کا رویہ مناسب تھا۔ اُس نے رقص کر کے یہ حقیقت چُھپا دی تھی کہ مَیں ارادۃً بائیں طرف ہُوا تھا۔
"گھوڑے سرپٹ دوڑانے کے لیے یہ جگہ نہایت موزوں ہے۔" اُس نے مجھے دعوت دی۔
اُس کے خیال میں اپنے شکار کی پُشت پر بندوق کی نالی رکھ دینے سے اُسے کوئی نہیں روک سکتا تھا، لہٰذا تفریحِ طبع کے لیے اُس نے خود ہی مجھے ایک موقع فراہم کر دیا۔ مَیں نے اسے غنیمت جان کر نُور جہاں کو تھوڑا سا دوڑایا تو میرا یہ عربی گھوڑا جوان ہَوا سے باتیں کرنے لگا۔ یہ ایک ایسا آغاز تھا جس کا مقابلہ وہ بھاری بھر کم گھوڑی نہیں کر سکتی تھی۔
تقریباً ایک سو گز جانے کے بعد مَیں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ حریف سوار بائیں ہاتھ تقریباً دس پندرہ قدم پیچھے تھا۔ نُور جہاں اپنی جولانی میں آ چکا تھا اور ہم خاصا آگے نکل گئے۔ چار سو گز طے

کر چکے تو اچانک سامنے ایک دیوار آگئی جو نئی تعمیر شدہ تھی اور اُس میں کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نُورجہاں کی لگام کھینچوں، مگر دائیں طرف ایک مکان کی چمنی نظر آئی، اور مجھے ایک محفوظ راہ مل گئی۔ کیا نُورجہاں یہاں سے چھلانگ لگا سکتا ہے؟ ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور تحمل سے گھوڑے کی پُشت پر بیٹھا رہا۔ نُورجہاں کی تیزی کم نہ ہُوئی تھی اور پھر ایک ہلکی سی آواز آئی۔ گھوڑے کا پچھلا پاؤں دیوار کے ساتھ ٹکرا گیا تھا مگر وہ سنبھل گیا۔ میں نے دیکھا کہ سانولا سوار بھی اپنی گھوڑی کو دیوار پھلانگنے کے لیے لا رہا ہے۔

میں نے نُورجہاں کو ٹھہرایا۔ دُور کھیت میں ایک کسان اور سفید کوٹ پہنے کوئی ماہرِ حیوانات مویشیوں کا معاینہ کر رہے تھے۔ میں دوبارہ نُورجہاں کی پیٹھ پر سوار ہُوا اور آگے جھک کر اس کی گردن پیار سے تھپکی اور اپنی اس حرکت کی آڑ میں چمڑے کے خول سے پستول نکال کر قمیص کے اندر چُھپا لیا۔ اتنے میں وہ شخص میرے قریب آگیا۔

"ایک غیر تربیت یافتہ عربی نسل کے لیے تو ایسی تیز رفتاری بہت خُوب تھی۔" اُس نے خوش طبعی سے کہا۔ "میں سمجھا تھا یہ دیوار پھلانگتے ہُوئے آپ گر پڑے ہیں۔"

"گھوڑا قابُو سے باہر ہو گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے مُنہ میں لگام نہیں۔ اسے اس کی عادت بھی نہیں۔"

میں نے اُسے پیشکش کی کہ نیچے اُتر کر میرے ساتھ کچھ مشروب پی لے۔ وہ مان گیا۔

گاؤں کی چھوٹی سی گلی سے ہوتے ہُوئے ہم ایک سرائے میں آن پہنچے۔ وہاں گیراج تو تھا مگر گھوڑے باندھنے کے لیے کوئی انتظام نہیں تھا۔ ہم نے اپنے گھوڑے ایک باڑ کے ساتھ باندھے اور خود سرائے کے صحن میں آگئے۔ یہاں لوہے کی دو کُرسیاں اور ایک بوسیدہ سی میز رکھی تھی۔ میرا ساتھی سیدھا کُرسیوں کی طرف گیا اور اُن میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔

بار رُوم جانے کے لیے مجھے بادلِ نخواستہ اُس کی طرف اپنی پُشت کرنا پڑی مگر مجھے اُمید تھی کہ صحن میں عمارت کی جو کھڑکیاں کُھلتی ہیں، اُن کے باعث وہ اپنے ارادے سے باز رہے گا۔ میں بار رُوم سے مشروب کا ٹرے اُٹھائے آیا تو سب سے پہلے اُس کے دونوں ہاتھوں کا جائزہ لیا۔ وہ میز پر تھے۔ مشروب میز پر رکھنے کے بعد میں کُرسی پر بیٹھ گیا۔ اب میں نے دانستہ اپنی ماچس زمین پر پھینک دی اور پھر اُسے اُٹھانے کے لیے جُھکا۔ اس دوران میں میرا پستول میری جھولی میں آ چکا تھا۔ بالمقابل بیٹھے ہونے کی بنا پر اُسے یہ پستول دکھائی نہیں دے سکتا تھا۔ میں اپنا مشروب آدھا ختم کر گیا جبکہ میرے ساتھی نے گلاس ابھی تک چُھوا نہیں تھا۔

"آپ کا نام وان ڈینہم ہی ہے؟" اُس نے پُوچھا۔

"صرف ڈینہم ــــ میں نے 'وان' کا لفظ ہٹا دیا ہے۔"

"ہاں! میں سمجھتا ہُوں۔ جب آپ مشروب ختم کر لیں تو کیا میں آپ کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی تک چل سکتا ہُوں؟" اُس نے کہا۔

میں نے پُوچھا کیا یہ راستہ اُس کے گھر کی طرف جاتا ہے۔ اُس نے ایک مرتبہ پھر ہلکی سی مُسکراہٹ کے ساتھ نفی میں جواب دیا۔ وہ میرا ساتھ زیادہ مدت کے لیے چاہتا تھا لیکن بات اب ختم ہو چکی تھی۔ صیاد خود شکنجے میں آ چکا تھا۔ میں کسی بھی وقت کارروائی کر سکتا تھا۔

میں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ اگر تم نے گرا ہُوا رُومال اُٹھانے کے لیے اپنے آپ کو جُھکایا تو دیکھ لو گے کہ میں نے تمہارے خلاف اپنا دفاع کر رکھا ہے۔ میز کے نیچے سے مجھے ایک دردآمیز زخم ہی لگا سکتے ہو۔ اگر تم نے ریوالور مجھ پر چھتیانے کا تکلف کیا تو میں بلاتاخیر تمہیں ہلاک کر دوں گا۔

اُس نے مجھے اتنی حقارت سے دیکھا کہ قریب تھا میں اُس پر فائر کر دیتا مگر یہ جنونی کیفیت جلد ہی ختم ہو گئی۔

"تو تم جانتے ہو کہ میں کیا کہنے والا ہُوں۔" اُس نے کہا۔

"جو کچھ تم نے سیرون، ڈِکفس اور ویبر سے کہا تھا مگر اب کھیل ختم ہو چکا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"وان ڈینہم! کھیل ابھی ختم نہیں ہُوا۔ تم نے تاثر دیا ہے کہ

پہلے گولی چلانے کی جسارت نہیں کرو گے۔"

مَیں نے اُس کے خود کار پستول کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی تمہاری ہلاکت کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

"شاید۔" اُس نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "لیکن ان تمام کارروائیوں کا ناتا میرے ساتھ جوڑنے میں تمہیں خاصی دشواری پیش آئے گی۔ میرے خیال میں تم اتنے خوفزدہ ہو کر گولی چلانے میں پہل نہیں کرو گے۔"

حیرت انگیز طور پر اس لمحے مَیں بالکل خوفزدہ نہیں تھا۔ مَیں نے کہا۔ "اگر یہی بات ہے تو کیا تم بتا سکتے ہو کہ میرے خلاف کیوں ہو؟ تم کبھی بوخن والڈ میں نہیں رہے۔"

"نہیں۔ مگر میری بیوی وہاں تھی۔"

"وہاں کوئی عورت نہیں تھی۔"

"اُسے وہاں بُلا بھیجتے تھے۔"

"مَیں یہ قصہ نہیں سمجھ پا رہا۔"

"وان ڈینہم! کیا تم بھول گئے ہو؟ ٹھیک ہے۔ مَیں تمہیں یاد دلاتا ہُوں۔ مَیں چاہتا ہُوں تمہیں علم ہو کہ تم کیوں ہلاک کیے جا رہے ہو۔ بوخن والڈ کے افسران ریونز برک کے کیمپ سے بعض عورتوں کو اپنی عیاشی کے لیے استعمال کرتے تھے۔ کیا ایسا نہیں ہوتا تھا؟ تم خود بھی تو چند عورتیں اپنے ساتھ لائے تھے۔"

اُس کی باتیں لفظ بلفظ درست تھیں۔

یہ اُس ذلیل میجر سپیرون کا طریق کار تھا کہ وہ ریونز برک سے ایسی بدقسمت خواتین عیاشی کے لیے منگواتا تھا۔ ایک روز بوخن والڈ سے ریونز برک جاتے ہُوئے مجھے بارہ خانہ بدوش اور بدکار عورتوں کے ساتھ سفر کرنا پڑا تھا جن میں کیتھرین ڈسائی اور اولگا کرونل بھی شامل تھیں۔ اُن غلیظ کُھلے بالوں والی عورتوں نے بڑے بھدے انداز میں میک اپ کیا ہُوا تھا۔ ریونز برک واپس پہنچنے والی عورتیں صرف دس تھیں کیونکہ اولگا اور کیتھرین کسی خفیہ مقام سے اُٹھا کر لندن کے ہسپتال پہنچا دی گئیں تھیں، اسی لیے اولگا کرونل جنگ کے بعد شکریہ ادا کرنے لندن آئی تھی۔

"تمہاری بیوی اُن عورتوں میں نہیں ہو سکتی تھی۔" مَیں نے اُسے کہا۔

"وان ڈینہم! وہ تھی۔ مجھے اُس کی گرفتاری سے موت تک کے کچھ حالات معلوم ہیں۔ وہ لوگ جنہوں سے اُس سے تفتیش کی تھی، اُنہیں جنگی مجرم قرار دے کر پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا مگر ایک بچ گیا تھا اور اُسے مَیں خود کیفرِ کردار تک پہنچاؤں گا۔ میجر سپیرون اور کیپٹن ڈکفس کو جب سزا ہُوئی تو مجھے اُن سے ملاقات کا موقع ملا تھا۔ ڈکفس سے معلوم ہُوا کہ مجھے ویبر اور تمہارا سارا قرض چکانا ہے۔ مجھے قیاس کر لینا چاہیے تھا کہ تم برطانوی خفیہ سروس کے ساتھ مراسم پیدا کر کے اپنے آپ کو بچا سکتے ہو۔"

"اُس کی شکل و صورت کیسی تھی؟" مَیں نے پوچھا۔

"اُس کے لمبے سیاہ بال تھے اور وہ سفید رنگت والی ایک صحت مند عورت تھی۔" اُس نے جواب دیا۔

مجھے سب یاد آ گیا۔ اُس کے بال کاٹ دیے گئے تھے مگر سفید مرمریں رنگت ناقابلِ فراموش تھی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُسے کس طرح بے راہروی پر لگایا گیا تھا۔ جب مَیں نے اُسے دیکھا، وہ منشیات کی عادی ہو چکی تھی۔ ذہنی طور پر مفلوج تھی مگر جسمانی طور پر صحت مند دکھائی دیتی تھی۔

"اُس نے کیا کیا تھا؟" مَیں پوچھ بیٹھا۔

"کیا کیا تھا؟ غلیظ آدمی! کیا سوارین نام کی تمہارے سامنے کوئی وقعت نہیں۔" اُس نے غصّے میں بھر کر کہا۔

مَیں نے اُس سے پُوچھا کیا وہی سوارین ہے تو اُس نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ "مَیں تھا!"

بعض فرانسیسی تو اس خفیہ نام سے آگاہ تھے مگر لندن میں یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ سوارین، جو ناقابلِ یقین حد تک عیّار اور ظالم تھا، تحریکِ مزاحمت میں شامل ہو کر جرمن فوجوں کے خلاف چھاپہ مار جنگ میں کُود پڑا تھا اور اُس کا ہر شبخون وحشت سے بھرپور ہوتا تھا۔

"لیکن وہ عورتیں ......" مَیں کہنے ہی لگا تھا مگر کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ مجھے خیال آیا کہ جب گسٹاپو نے ایک عورت کو سوارین کی بیوی سمجھ کر گرفتار کیا تھا تو اُسے کس طرح انتقام کا

نشانہ بنایا تھا۔

"ڈکنس اور سپرون کے بارے میں تو میں جانتا ہوں مگر تم نے ہائنز ویبر کو کیوں قتل کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بس میں اُن عورتوں کو لے گیا تھا۔" اُس نے جواب دیا۔

اس واقعے میں ہونے والا ظلم بے حد افسوسناک تھا۔

میں نے اُس سے کہا کہ بات اب ختم ہو چکی ہے اور وہ میرے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ پھر اُسے یاد دلایا کہ کس طرح اُس نے مجھے اُس دیہی مکان میں زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ کس طرح وہ ہوائی حملے سے بچاؤ کے پُرانے کمروں میں چھُپ کر میری حرکات کا جائزہ لیتا رہا اور اپنا گھوڑا فریڈ گاربل کے پاس چھوڑ گیا تھا اور کس طرح لومڑیوں کے بھٹوں کے قریب میں نے اُسے گھیر لیا تھا۔

میں نے کہا تمہیں جاننا چاہیے تھا کہ ایک ماہر حیوانات فرانسیسی اور برطانوی گلہریوں میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس پر وہ پریشان ہو گیا۔ ان گلہریوں کی خرید اُس کے خلاف ایک مضبوط شہادت بن سکتی تھی۔

یہی وہ شیر تھا جس کی میں نے پیش گوئی کی تھی ــ ایسا شیر جو گولی لگنے کے بعد زیادہ خونخوار ہو جاتا ہے۔

کچھ توقف کے بعد میں نے کہا "مجھے یہ جاننے کا حق ہے کہ میں کس کے ساتھ یہ معاملہ طے کر رہا ہوں۔"

"وائیکونٹ ڈی سینٹ سباس۔" اُس نے جواب دیا۔

میں یہ نام جانتا تھا ـــ "تمہارا کوئی بیٹا ہے؟"

"ہاں۔" وہ دھیرے سے بولا۔

"پہلا سینٹ سباس، ڈینہم خاندان کا ملازم تھا۔ اُسے ہم نے عزت بخشی تھی، لہٰذا میں اس گھرانے کو یکسر ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

اُس کا دایاں ہاتھ حرکت میں آنے لگا لیکن میں نے بڑی پھرتی سے اپنے پستول کی نالی میز پر سیدھی رکھ دی اور پھر ہم دونوں کے ہتھیار واپس اپنی جھولیوں میں چلے گئے۔ میں نے اُسے اپنی سچی کہانی سُنا دی تھی لیکن حقائق اُس پر اثر انداز نہیں ہو رہے تھے۔

میں نے اپنا گلاس ختم کرتے ہُوئے کہا "ایک تجویز پیش کرتا ہُوں۔"

"کہو۔ میں کوئی شرط نہیں لگاتا۔" اُس نے جواب دیا۔

"تم درختوں کے جھنڈ میں تعمیر شدہ غلّے کے اُس گودام کو جانتے ہو ـــ ہم دونوں سوار ہو کر اُس کی طرف جائیں گے مگر ایک دوسرے کی گولی کی حد سے باہر رہتے ہُوئے۔ دونوں اُس سے تین سو گز کے فاصلے پر رُکیں گے۔ میں اپنی جگہ کھڑا ہوں گا اور تمہیں اس گودام کا اچھی طرح معاینہ کرنے کا موقع دوں گا کیونکہ میں تو اُسے اچھی طرح جانتا ہُوں۔ پھر تم اُس کے دوسری طرف تین سو گز تک پیچھے ہٹ جاؤ گے۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے اور ایک دوسرے کے اشارے جان سکیں گے۔"

"تم دوسروں سے مختلف ہو۔ مجھے تمہاری شرائط منظور ہیں۔" اُس نے مُسکرا کر کہا۔

میں کھڑا ہو گیا اور پستول واپس ہولسٹر میں ڈال لیا۔ میری پُشت سرائے کی طرف تھی۔ سینٹ سباس ذرا سا ڈگمگایا اور میں نے اُس کے ہتھیار کا نظارہ کر لیا۔ وہ ۴۵ بور کا خودکار پستول تھا۔

ہم پہلو بہ پہلو چلتے ہُوئے اپنے گھوڑوں تک پہنچے۔ دونوں بالکل خاموش تھے۔ سبزہ زار کی سڑک پر پہنچ کر ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے اور اپنی اپنی طرف کی باڑ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ہمارے درمیان تقریباً بیس گز کا فاصلہ تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہُوئے تھے کم روشنی کے باعث گودام اور درخت دھندلائے ہُوئے دکھائی دے رہے تھے۔

"مجھے شک ہے کہ ہم چھ سو گز کے فاصلے سے ایک دوسرے کو صاف طور پر دیکھ نہیں سکیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں اپنی پوزیشن پر پہنچ کر تمہیں ٹارچ کی روشنی سے اشارہ کروں گا۔" اُس نے جواب دیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میری ٹارچ گودام کے اندر تھیلے میں پڑی ہے۔" میں نے بتایا۔

"تم یہ لے لو۔ میں گودام سے تمہاری ٹارچ لے لوں گا۔" سینٹ سباس نے اپنی ٹارچ مجھے تھماتے ہُوئے کہا اور پھر سر کو

ایک ہلکی سی جُنبش دے کر وہ درختوں کے جُھنڈ کی طرف بڑھا اور شام کے دُھندلکے میں نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

مَیں گھوڑے سے اُتر پڑا اور اپنی آیندہ چالوں کے متعلق سوچنے لگا۔ کیا مجھے اُسے ہلاک کرنے کا اخلاقی حق پہنچتا ہے؟ اپنی موت بھی قریب دکھائی دے رہی تھی۔ اب سوال صرف اپنی جان گنوانے کا نہیں تھا بلکہ بینیٹا کے ساتھ میرے مستقبل کا سوال تھا جسے مَیں نے داؤ پر لگا دیا تھا۔ ایک امکانی چال یہ تھی کہ گودام کے گرد اُگے ہُوئے درختوں کی گھنی پٹّی میں داخل ہوکر اُسے حملہ کرنے کا موقع دیا جائے۔ دراصل مَیں جُھنڈ کے اندرونی حصّے کو اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا۔

دُور سبزہ زار کے اس طرف مجھے ٹارچ کی روشنی دکھائی دی۔ مَیں نُورجہاں پر سوار ہوگیا اور روشنی کے اس اشارے کا جواب دیا۔ سینٹ سیاس توقع کے مطابق حملہ آور ہُوا۔ مَیں نے اُسے درختوں کے بجائے دائیں جانب کُھلے میدان میں گھیرنے کی کوشش کی۔ ہمارا درمیانی فاصلہ کم ہوکر ایک سو گز تک رہ گیا تھا مگر اُس نے اپنی راہ نہ چھوڑی۔ شام کا دُھندلکا میری توقّع سے زیادہ مغالطہ دے رہا تھا۔ مَیں نے زمین پر چھلانگ لگا دی، گولی چلائی اور زمین پر دبک گیا۔ مَیں نے ایک سایہ اپنی گردن یا کان تک ہاتھ اُٹھاتے دکھائی دیا۔ مَیں نے ایک اور گولی چلائی مگر یہ بھی خطا گئی۔ گھوڑا اور وہ آدمی، دونوں درختوں میں گُم ہوگئے۔ یُوں معمولی خُون کے ضیاع سے اُس نے درختوں کے جُھنڈ پر قبضہ کرلیا اور کُھلے میدان میں اُسے قابو کرنے کا میرا منصُوبہ ناکام ہوگیا۔

مَیں خشک پتّوں پر اُس کے چلنے کی آواز سُن سکتا تھا۔ اب وہ شاید اپنی گھوڑی کسی درخت سے باندھ رہا تھا۔ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس سے مَیں نُورجہاں کو باندھ دیتا۔ وہ میرے نزدیک ہی کھڑا تھا مگر مکمل طور پر بے چین۔

ایک ترچھا سا راستہ درختوں کے اُس جُھنڈ کی طرف جاتا تھا۔ دونوں طرف لمبی لمبی گھاس تھی جو بہت اچھی اوٹ بن سکتی تھی۔ مَیں اُس کے اندر ہی اندر گھسٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ مَیں اُس جُھنڈ کے نزدیک پہنچ رہا تھا۔ تقریباً پندرہ گز کا فاصلہ طے کرکے ایک جگہ رُکا تو وہاں گھاس چھوٹی تھی۔ اب دوڑ کر جُھنڈ کے اندر گھسنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

بادل گہرے ہوگئے تھے اور چاندنی کو زمین تک پہنچنے کی راہ نہیں مل رہی تھی۔ مَیں نے دوڑ لگانے کے لیے آہستہ آہستہ اپنی ایک ٹانگ سیدھی کرکے سر اُوپر اُٹھایا ہی تھا کہ بادل چاند کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اگلے ہی لمحے اُس کی گولی میرے پہلو میں آ کر زمین میں دھنس گئی۔ اس نے بڑی احتیاط سے نشانہ لگایا تھا۔ مَیں نے چیخ ماری، اپنے آپ کو چت کیا اور اُسی گڑھے میں دبک کر بیٹھ گیا۔

مَیں نے سوچا کہ اگر میری چیخ نے اُسے متاثر کیا ہے تو اب میرے لیے بہترین موقع ہے کیونکہ وہ بڑی احتیاط سے قدم قدم میری طرف بڑھے گا۔

سینٹ سیاس اپنی گھوڑی پر سوار ہُوا۔ خشک پتّوں پر گھوڑی کی ٹاپوں سے لگتا تھا کہ وہ میری طرف بڑھ رہا ہے۔ مَیں نے سوچا کہ وہ گولی کی حد سے ذرا پرے ظاہر ہوگا اور پھر گھوڑی دوڑاتے جائے گا لیکن مَیں صریحاً غلطی پر تھا۔ وہ شخص اور اُس کی گھوڑی اچانک جھاڑیوں میں سے نکلے اور مجھ پر حملہ آور ہُوئے۔ سینٹ سیاس رکاب پر نیچے کی طرف جُھکا ہُوا تھا۔ میری تمام اُمیدیں پامال ہوگئیں۔ مَیں زمین سے یُوں چمٹا ہُوا تھا جیسے کسی نے مجھ پر رولر پھیر دیا ہو۔ گولی چلانے کا موقع نہیں تھا۔ جب تک مَیں نے اپنی پوزیشن تبدیل کی اور پستول سیدھا کرنا چاہا، وہ مجھ تک پہنچ چکا تھا۔

اب سوال یہ تھا کہ زمین پر گولی کھائی جائے یا گھوڑی کی ٹانگوں میں پھنس کر کُچلا جاؤں۔ مَیں نے روندے جانے کو بہتر سمجھا ــــ لیکن خوش قسمتی سے گھوڑی نے مجھ پر سُم نہ رکھا؛ حالانکہ حریف یقیناً اُسے میرے اوپر ہی چڑھا لایا تھا۔ مَیں اُٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ وہ ایک چکر کاٹ کر پھر مجھ پر آن پہنچا۔ مَیں ایک گیند کی طرح اُچھلا۔ میری اوٹ صرف نُورجہاں تھا۔ مَیں نہیں بتا سکتا کیا اور کیسے ہُوا! تاہم ایک لمحے کے لیے مَیں اُس کی چھاتی کے نیچے تھا۔ مَیں نے ایک ہاتھ سے اُس کی لگام پکڑی اور دوسرے سے زمین کے

ساتھ پیوستہ اپنا خود کار پستول نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اگر اُس کے پاس تلوار ہوتی تو وہ یقیناً مجھے کاٹ کے رکھ دیتا مگر ایک بھاگتے ہُوئے گھوڑے پر سے ۵۹ بور کے پستول کا نشانہ لینا بہت مشکل تھا۔ اُس نے گولیاں چلائیں مگر اُن میں سے ایک بھی مجھے نہ لگ سکی۔

اُسے جھانسہ دے کر مَیں درختوں میں گھس گیا اور خود کو سُوکھے پتّوں پر گرا لیا۔ میرا سانس پھُول گیا تھا۔ مَیں نے محسوس کر لیا کہ یہ لڑائی جلد ختم ہونے والی نہیں۔ اب ہم دونوں پیدل تھے۔ جھُنڈ میں رات کا اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ چاند کی روشنی میں نہائی ہُوئی بس ایک گزرگاہ تھی جہاں سے راستہ گودام کی طرف جاتا تھا۔

سینٹ سباس اس گزرگاہ کے دوسرے کنارے تھا۔ اگر وہ حملہ کرنا چاہتا تو اُسے کھُلی جگہ سے گزرنا پڑتا جو خودکُشی کے مترادف تھا۔ دوسری صُورت میں گودام کے پچھلی طرف سے گھوم کر میرے پہلو میں آنا پڑتا۔ مجھے اُس کی حرکات کی مدھم سی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ مَیں آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا گودام کے پچھلی طرف چل پڑا اور درختوں کی تنگ پٹّی میں پہنچ کر اُس کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے پریشانی یہ تھی کہ وہ مجھ سے اپنے مطلب کی چال چلوا رہا تھا۔

وہ میری توجہ ہٹا کر گودام کے اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ اب کے شمال کی طرف سے اُس کی آواز آئی۔ مَیں عمارت کے سامنے سے گزر کر کھاد کی بوریوں کے نیچے دبک کر بیٹھ گیا اور دروازے تک آنے والے راستے کی نگرانی کرنے لگا۔ میرے بائیں طرف کی دیوار میں ایک لمبی سی کھڑکی نصب تھی۔ زمین سے اُس کی اُونچائی تقریباً چھ فٹ ہوگی۔ آنے والا اگر اُس کھڑکی میں سے گزرنا چاہتا تو خاصی آواز پیدا ہونے کا امکان تھا لیکن یہ اندر سے باہر آنے کے لیے آسان راستہ تھا۔ اس کے نیچے گھاس پھونس کا ڈھیر لگا ہُوا تھا۔ عقبی دیوار کے سامنے گھوڑے اور مویشی باندھنے کے لیے جگہ بنائی گئی تھی۔

اب درختوں کے نیچے بالکل خاموشی چھا گئی۔ مَیں گزرگاہ سے تھوڑا سا ہٹ کر لیٹ گیا اور آخری گولی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد کھُلی جگہ گھوڑے کے چلنے کی آواز سُنائی دی۔ مَیں اُٹھ کر کھڑا ہوگیا اور تاریکی میں احتیاط سے نشانہ لینے لگا لیکن گھوڑے کی رفتار میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ چند لمحے بعد نُورجہاں میرے سامنے تھا۔ اُس کی ہلکی رنگت رات کے دُھندلکے میں بروقت دکھائی دے گئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا میرے قریب آ گیا۔ پیار سے اپنا مُنہ میرے کندھے سے رگڑا اور ٹہلتا ہُوا مویشی خانے میں چلا گیا۔

اگلے ہی لمحے گھوڑی بھی اُس کے پیچھے آن پہنچی۔ وہ بہت بے چین دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ایک ستون اور ایک پُرانے چھکڑے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔ صاف ظاہر تھا کہ سینٹ سباس نے میری توجہ ہٹانے کے لیے اُسے یہاں دھکیلا تھا تاکہ مَیں اُس کی حرکات کا اندازہ نہ لگا سکوں۔ وہ اس میں کامیاب رہا۔ مجھے وہاں سے ہٹنا پڑا۔ بالآخر مَیں نے اُس کھڑکی پر کسی کے چڑھنے کی آواز سُنی۔ مَیں بہتر طور پر نشانہ لینے کے لیے کھڑکی سے ایک دو قدم پیچھے ہٹا لیکن اندھیرے میں بھُوسے کے ڈھیر کی اوٹ میں پڑے آہنی ڈرم سے ٹکرا گیا۔ اس وقت میرے دائیں طرف ٹارچ کی روشنی ہُوئی اور ساتھ ہی گولی چلنے کی چمک بھی۔ مَیں نے بھی جوابی فائر کیا۔

مَیں نے سوچا کہ میدان مار لیا ہے۔ یہ جاننا قدرے دشوار تھا کہ گولی کہاں لگی ہے۔ مَیں نے جب فائر کیا تو لمبی اور ہلکی سی شَے نیچے گری تھی۔ یہ ایک جھاڑی کی لمبی شاخ تھی۔ سینٹ سباس نے اُسے کھڑکی کھولنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ اب وہ میرے ساتھ گودام کے اندر موجود تھا۔

اور پھر نُورجہاں ہنہنایا۔ یہ آواز بہت کرخت تھی۔ اُس نے ضرور نُورجہاں کے پیٹ میں چھُرا گھونپ دیا ہوگا۔ یہ سوچتے ہی مَیں نے اُچھل کر اپنا رُخ گھوڑوں کی جانب پھیر لیا لیکن گھوڑے کی دوسری چیخ پر مَیں جان گیا کہ اصل ماجرا کیا ہے۔ گھوڑی بڑی تیزی سے باہر کی طرف بھاگی تھی اور اُس کے پیچھے نُورجہاں تھا۔

”تو یہ بات تھی، وان ڈیلیم!“ مَیں نے خود سے کہا۔ ”ہم موت کے دہانے پر پہنچ کر بھی زندگی کے کتنا قریب تھے۔“

دلوں کی دھڑکن تیز کرنے والی طنزیہ آواز گودام کے دوسرے

سرے تک پہنچ گئی تھی۔ گھبراہٹ میں وہ میرے قریب سے کھسک گیا۔ میرے دونوں فائروں کی تیزی نے ضرور اُس کے اعتماد کو دھچکا پہنچایا ہوگا کیونکہ ایک خودکار پستول کے سامنے ریوالور کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اسی لیے وہ اتنا قریب آنے سے گریز کر رہا تھا۔

"چپنگ مارٹن میں پادری اور سب لوگ بہت خوش ہوں گے۔" اُس نے چلّا کر کہا۔ "گستاپو کے افسران اس عمر میں یہی کچھ کرتے ہوں گے۔ وان ڈینہم! ایک مرتبہ پھر تمہارا نشانہ خطا گیا ہے۔"

دُور سے آنے والی اُس کی گونجدار آواز نے اُس کا تکبّر نمایاں کر دیا۔ میری حماقت دیکھیے کہ مَیں نے ایسی آواز پر دو گولیاں ضائع کر دیں جو لازمی طور پر کسی اوٹ کے پیچھے سے آئی ہوگی۔ میرے پستول میں چار گولیاں باقی رہ گئی تھیں جبکہ اُس کے پاس تین بچی تھیں۔ ہم دونوں زمین پر ایک دوسرے سے تقریباً پندرہ بیس قدم کے فاصلے پر لیٹے ہُوئے تھے۔

اب مَیں نے بڑی احتیاط سے بُوٹ اُتارے اور اُن کے تسمے باہم باندھ کر اُنھیں سویٹر کے اندر گردن میں لٹکا لیا پھر مَیں اُٹھا اور آہستگی سے گودام کے اندر دیوار کے ساتھ چکّر لگانے لگا۔ دروازے تک آ کر اُس مقام سے چند گز دُور ٹھہر گیا جہاں مجھے یقین تھا کہ سینٹ سباس کو ہونا چاہیے۔ مَیں نیچے جھکا اور ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اندھیرے میں اپنے سامنے کی طرف گولی داغ دی۔ اُس نے بھی اندازے سے فائر کیا مگر مَیں پنجوں کے بل چلتا دہلیز تک جا پہنچا اور کُھلی جگہ نکل آیا۔

باہر بھی اُتنا ہی اندھیرا تھا۔ ہوا بند تھی اور ہلکی ہلکی بُوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ دُور اُفق پر پَو پھٹنے کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ اُس وقت مَیں نے گودام میں اُس کے بھاگنے اور کھڑکی میں سے چھلانگ لگانے کی آواز سُنی۔ مَیں بھی دیوار کے متوازی بھاگا لیکن گودام کے نکڑ پر ذرا تاخیر سے پہنچا۔ جھاڑیوں میں حرکت محسوس کر کے مَیں نے گولی چلا دی۔ اس کا جواب اُس نے درختوں کے جُھنڈ کی طرف سے فائر کر کے دیا۔ مَیں نے فوراً آڑ لے لی۔ یہ وہی کھیل تھا جو مَیں کھیلنا چاہتا تھا۔ مَیں جانتا تھا کہ وہ کس چوراہے پر ہے اور اُس کا مخصوص سایہ بھی پہچانتا تھا۔

اب وہ ایک درخت سے دوسرے کی اوٹ لے رہا تھا۔ جُونہی مَیں نے اُسے پرکھ لیا، گھیر کر جھاڑیوں کی باڑ کے پاس لے آیا۔ یہاں گودام کے پچھواڑے ایک تنگ راستہ تھا۔ مَیں اس لیے اُسے کُھلے میدان میں دھکیلنا چاہتا تھا۔ مَیں ہمیشہ اُس کے پچھلی طرف سے حملہ آور ہوتا جبکہ وہ سمجھتا کہ مَیں اُس کے سامنے ہُوں۔ پھر وہ ایک بڑی بیل کی شاخوں میں اُلجھ گیا۔

مَیں بڑی احتیاط سے پیچھے ہٹا اور تاریک جھاڑیوں میں سے ہو کر شمالی دیوار کے برابر پہنچ گیا۔ عین اُس وقت اُس نے گولی چلا دی جو میری پیشانی کو چھیدتی ہُوئی نکل گئی۔ پیشانی سہلاتے ہُوئے مَیں چکرا کر گرا۔ سنبھل کر اپنا سر زمین سے ذرا اُوپر اُٹھایا۔ ہاتھ پیشانی پر سے ہٹایا تو زخم سے بہتا خُون فوراً آنکھوں تک پہنچ گیا۔ صُبحِ صادق کا اُجالا نظر انداز کرنے کی بنا پر مجھے یہ چرکا کھانا پڑا تھا۔

مَیں نے اپنا رُومال زخم پر لپیٹ لیا لیکن گرہ لگانے کے لیے دونوں ہاتھ اُوپر نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ پھر مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو روشنی اس قدر تھی کہ درخت علیحدہ علیحدہ شناخت کیے جا سکتے تھے۔ مَیں زمین پر گری ایک شاخ کے پیچھے آرام سے لیٹ گیا۔

بالآخر مَیں نے اُس کی آواز سُنی۔ وہ ابھی تک گودام کی مغربی دیوار کے بالمقابل تھا۔ اُسے ہلکی سی کھانسی آئی تھی۔ وہ بھی اگر دوبلہ نہیں تو ایک مرتبہ ضرور زخمی ہُوا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مجھے گرانے کے بعد اُس نے حملہ نہیں کیا تھا۔

مَیں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ باڑ کے نزدیک ٹُوٹی ہُوئی ایک دیوار تھی۔ مجھے تیس گز تک سُوکھے پتّوں پر سے گزر کر اُس کے پیچھے پناہ لینی تھی۔ رُومال میری پیشانی کے ساتھ چپک گیا تھا۔ مَیں نے ایک جھٹکے سے اُسے اُتارا اور پھر پیٹ کے بل رینگنا شروع کیا تو راستے بھر خُون ٹپکتا چلا گیا۔ دیوار کے پاس پہنچ کر مَیں نے رُومال پھر پیشانی پر باندھ لیا اور آرام کرنے لگا۔

اب دوسری چال چلنے کا وقت تھا۔ ہمت کر کے مَیں لڑکھڑاتا اور درختوں کی اوٹ لیتا اُس گھناؤنی جگہ سے نکل کر ٹیلے کی گھاس

پر جا لیتا۔

صبح دم پرندے چہچہا اُٹھے اور مدھ بھری سریلی آوازوں سے اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔ حریف درختوں کے پیچھے سے نکلا اور میری طرف بڑھنے لگا۔ وہ بہت تھک چکا تھا اور قدرے لڑکھڑا بھی رہا تھا۔ اُس کا بایاں بازو کوٹ کے اندر تھا۔ کوٹ کی آستین زیادہ سیاہ تھی۔ اُس کا جسم آگے کی طرف جُھکا ہُوا تھا اور پستول بائیں ہاتھ میں تھا۔ وہ ایک جگہ جھاڑیوں کے پیچھے دبک کر بیٹھ گیا۔

میرے لیے یہی بہترین موقع تھا۔ مَیں نے اپنی کہنیاں زمین پر ٹکائیں، اپنے دائیں ہاتھ کی کلائی بائیں ہاتھ سے پکڑی، خودکار پستول کی نالی مناسب حد تک متوازن کی۔ اُس نے سمجھا کہ دیوار کے پیچھے کوئی نہیں۔ وہ سیدھا کھڑا ہُوا اور بیقراری سے پیچھے کی طرف گھُوما تو میرا سر اور کندھے دیکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اُس نے پُھرتی سے آخری نشانہ لیا اور گولی چلا دی مگر اتنی دُور سے لیا جانے والا ہدف کمال احتیاط کا تقاضا کرتا تھا جو اب اُس کے بس میں نہ تھی۔

ادھر مَیں نے اُس کے دل سے ذرا نیچے کا نشانہ لیا اور لبلبی دبا دی۔ سینٹ سباس چکرا کر گرا۔ پھر اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہُوا میری طرف بڑھنے لگا۔ اُس کے دونوں ہاتھ خالی تھے کیونکہ پستول کی آخری گولی بھی نکل چکی تھی۔ اب میری کیفیت یہ تھی کہ جب بھی گولی چلانا چاہی دل نہیں مانا۔ وہ تقریباً پانچ سات قدم چل چکا ہو گا جب مَیں نے اُسے شست میں لے لیا لیکن اس مرتبہ یہ حادثاتی امر ہی تھا کہ پستول سے گولی نکل گئی۔ گولی اُس کی ران پر لگی۔ وہ زمین پر گرا اور اُس نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

❋

"مسٹر ڈینہم! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

یہ الفاظ کانوں میں پڑے تو مَیں نے اپنا ہاتھ اُٹھایا۔ میرے سر پر پٹی بندھی ہُوئی تھی اور مجھے کمبل میں لپیٹا گیا تھا۔ پولیس کے ایک سپاہی نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر اُٹھایا اور گرما گرم چائے پیش کی۔ اس وقت سرور ہی آ گیا۔

"کیا یہ معمولی زخم ہے؟" مَیں نے پُوچھا۔

"ہاں! اگر آپ اسے محض زخم کہیں۔"

"کیا وہ ہلاک ہو گیا ہے؟"

"وہ بُری طرح زخمی ہے۔ ہم ایمبولنس کا انتظار کر رہے ہیں۔" ایک انسپکٹر پچھلی طرف سے آیا۔ اُس نے کھانس کر اپنا گلا صاف کیا اور سر کی ہلکی سی جنبش سے آداب کہا۔

"آپ یہاں کیسے پہنچے؟" مَیں نے پُوچھا۔

"آپ کا گھوڑا ملکسبری روڈ پر آوارہ پھر رہا تھا۔ ساتھ ایک گھوڑی بھی تھی۔ ٹریفک پولیس نے اُن دونوں کو پکڑا اور مختلف مقامات پر ٹیلیفون کر کے اُن کے مالکان تلاش کر لیے۔ مس گلون نے بتایا کہ آپ کی خالہ سٹون والڈ میں ٹھہری ہوئی ہیں اور آپ کے بارے میں جاننا چاہتی ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد وہاں ایک کار آ ٹھہری۔ مَیں سمجھ گیا کہ اس میں ایڈمرل ہو گا۔ وہ تیزی سے باہر نکلا اور سیدھا میرے پاس آیا۔ "بہت جگرے والے شخص ہو! تمہیں تو کچھ نہیں ہُوا؟" اس نے کہا۔

مَیں نے اُسے بتایا کہ مَیں بخیریت ہُوں اور یہ معمولی سی چوٹ آئی ہے۔

"میری گاڑی میں جارجینا اور گلون بھی بیٹھی ہیں۔ چارلس! کیا مَیں اُنہیں یہاں بُلا لوں؟"

مَیں نے کہا کہ اس کی ضرورت کیا ہے، خواہ مخواہ پریشان ہوں گی۔ مَیں بینٹا کو اس معاملے میں گھسیٹنا نہیں چاہتا تھا لیکن ایڈمرل اُنہیں لانے چلا ہی گیا۔ بینٹا پہلے آئی۔

"اس گھوڑے نے تو ساری اُمیدیں خاک میں ملا دی تھیں۔" اُس نے کہا۔

مجھے یہ سوچنے میں چند ثانیے لگے کہ اُسے کسی بات کا علم نہیں۔ مَیں نے اُسے یقین دلایا کہ چند روز اسپتال میں رہ کر تندرست ہو جاؤں گا۔ اُس کی توجہ میری طرف تھی اور وہ ماحول کا جائزہ نہ لے سکی تھی۔ پھر جب اُس نے جھاڑیوں کے پاس کچھ سنجیدہ چہروں والے آدمی کھڑے دیکھے اور زمین پر خون کے دھبے پڑے نظر آئے تو اُس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ ایک

سارجنٹ کپڑے میں لپٹے دونوں پستول اُٹھائے ہمارے پاس سے گزر گیا۔ وہ فوراً ہی سب کچھ سمجھ گئی۔ اُس نے تعجب سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنجیدگی سے پُوچھا: "تو تم کسی کے منتظر تھے؟"

اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ جارجینا نے اُسے گلے سے لگا کر سہارا دیا۔ "وہ تو بالکل تنہا تھا۔ ہمیشہ سے تنہا" بیٹنا نے رُندھی ہُوئی آواز میں کہا۔

"جانِ من! مجھے زندہ رہنا تھا۔" مَیں نے جواب دیا۔ "اگر مجھے تمہارا خیال نہ ہوتا تو مَیں بھی ہلاک ہو چکا ہوتا۔"

ایمبولنس پہنچ چکی تھی۔ میرا دل بھی پسیج گیا۔ مجھے اسٹریچر پر ڈال کر دو کارندوں نے اُٹھایا اور گاڑی کی طرف لے چلے۔ مَیں نے بائیں طرف دیکھا تو دو اور کارندے سینٹ سباس کو بھی اسٹریچر پر ڈال رہے تھے۔

"مجھے ذرا اس شریف آدمی کے پاس لے چلو۔" مَیں نے اُن سے درخواست کی۔ لیکن اُنھوں نے پس و پیش سے کام لیا۔ مَیں نے کہنیوں کے سہارے اپنا سر اُوپر اُٹھایا اور اُس پر ایک نظر ڈالی۔ اُس کا جسم کمبل سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔

"مہربانی کر کے اسے ذرا نیچے رکھ دیں۔" مَیں نے ایک بار پھر درخواست کی۔

"گراف وان ڈینہم! مَیں وہاں لیٹے تمہارے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ مَیں نے تو سرائے ہی میں تمہاری باتوں پر اعتبار کر لیا تھا۔ میرے لیے اُن افسروں کے ساتھ نپٹ لینا ہی کافی تھا جن کی ملازمت میں تمہیں ایسا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہ بزدل تھے۔ اب ہمارے لیے معافی مانگنا بے معنی ہے اور ایک دوسرے سے درگزر ہی بہتر ہے۔"

پھر وہ تیزی سے جرمن زبان میں بولنے لگا: "مَیں تم سے گزارش کروں گا کہ میری زندگی بچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ تمہاری پہلی گولی ہی مجھے لگ گئی تھی۔ شاید اُس نے گردہ زخمی کیا تھا اور تمہاری دوسری گولی سے میری ران زخمی ہُوئی۔ مَیں نے اُسے کَس کے باندھ کر زیادہ خُون بہنے نہیں دیا۔ اب ڈاکٹروں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ کمبل کے نیچے سے مَیں اس بندش کو کھولنے والا ہُوں۔ اس کا نتیجہ خُون زیادہ بہہ جانے کی صُورت میں نکلے گا۔ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اپنے پاس رکھ سکیں تو مہربانی ہوگی۔"

انسپکٹر ہماری طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"انسپکٹر! نیچے کو جُھکو" سینٹ سباس نے انگریزی میں اُس سے کہا۔ "اور میرا بیان لو۔ مگر بیچ میں مداخلت نہ کرنا۔ مَیں راؤل فلپ ہمفری سینٹ سباس، باضابطہ طور پر تسلیم کرتا ہُوں کہ مَیں اس شریف آدمی کو قتل کرنا چاہتا تھا اور یہ کہ اس نے مجھے اپنے دفاع میں ہلاک کیا ہے لیکن اس کا محرک ہم دونوں کے درمیان راز رہے گا۔ اگر کبھی یہ اسے فاش کرنا چاہے تو صرف اپنا ہی نام استعمال کرے گا اور میرا نام بیچ میں نہیں لائے گا۔

"مجھے تسلیم ہے کہ مَیں نے مغربی جرمنی میں تین جنگی مجرم، جن کے نام گستاف سپرون، والٹر ڈکنس اور ہائنز ویبر تھے ہلاک کیے تھے۔ مجھے اس کا افسوس نہیں ــــ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ مَیں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ ایک فضول شغل میں صرف کیا۔

"مَیں یہ بھی شرمندگی اور افسوس کے ساتھ تسلیم کرتا ہُوں کہ مَیں نے ڈاک کے ذریعے اس شخص کے گھر ایک بم پارسل بھیجا تھا۔ میری خواہش ہے کہ اس حادثے میں ہلاک ہونے والے پوسٹ مین کے وُرثا کو میری جائیداد میں سے مناسب حصّہ دیا جائے۔ اگر مجھ پر مقدمہ چلا تو مَیں اسے ذہنی جنون کہوں گا۔ میرے لیے موت ہی بہتر رہے گی ــــ جیسا کہ میری رفیقۂ حیات کے لیے تھی۔"

اُس نے بڑی نقاہت سے اپنا دایاں ہاتھ کمبل سے باہر نکالا۔ وہ خُون میں لت پت تھا۔ اُس نے یہ ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ ہاتھ کانپ رہا تھا۔ چند ثانیے جو باقی رہ گئے تھے، مَیں نے اُسے اپنے ہاتھ میں لیے رکھا۔ پھر اُس نے آخری ہچکی لی اور دَم توڑ دیا۔